آزمائشی اشاعت

اسلامیات

(لازمی)

برائے جماعت نہم و دہم

(نئے نصاب کے مطابق)

جملہ حقوق بحق سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو محفوظ ہیں

یہ کتاب سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو نے تیار کروائی جسے صوبائی کمیٹی برائے جائزہ کتب ڈائریکٹوریٹ آف کریکولم، اسسمنٹ اینڈ ریسرچ سندھ جام شورو، کی تصحیح کے بعد صوبائی محکمۂ تعلیم و خواندگی، حکومتِ سندھ نے بمراسلہ نمبر: SO(C)SELD/STBB-18/2021 Dated: 06-05-2021 صوبہ سندھ کے سرکاری اسکولوں کے لیے بطور واحد اسلامیات کی درسی کتاب منظور کیا۔

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد
کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان
ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام
قوتِ اخوتِ عوام
قوم ملک سلطنت
پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد

پرچم ستارہ و ہلال
رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال
جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

سلسلہ وار نمبر			
سال و ماہِ اشاعت	ایڈیشن	تعداد	قیمت

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ

آزمائشی اشاعت

اسلامیات

(لازمی)

برائے جماعت نہم و دہم

SHAHEED BENAZIR BHUTTO FREE TEXTBOOK SERIES

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو

جملہ حقوق بحق سندھ ٹیکسٹ بُک بورڈ، جام شورو محفوظ ہیں

یہ کتاب سندھ ٹیکسٹ بُک بورڈ، جام شورو نے تیار کروائی جسے صوبائی کمیٹی برائے جائزہ کُتب ڈائریکٹوریٹ آف کریکیولم، اسسمنٹ اینڈ ریسرچ سندھ جام شورو، کی تصحیح کے بعد صوبائی محکمۂ تعلیم وخواندگی، حکومتِ سندھ نے بمراسلہ نمبر: SO(C)SELD/STBB-18/2021 Dated: 06-05-2021 صوبہ سندھ کے سرکاری اسکولوں کے لیے بطور واحد اسلامیات کی درسی کتاب منظور کیا۔

نگرانِ اعلیٰ: پرویز احمد بلوچ (چیئرمین سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ)

نگراں: عبدالباقی ادریس السندی

مصنفین:
☆پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد رند
☆مولانا محمد قاسم سومرو
☆مولانا نیاز احمد راجپر
☆پروفیسر ڈاکٹر عبدالوحید انڈھڑ
☆ڈاکٹر محمد انس راجپر

ایڈیٹر: ڈاکٹر خلیل احمد کورائی

صوبائی جائزہ کمیٹی

☆پروفیسر ڈاکٹر ثناء اللہ بھٹو
☆مولانا عبدالحکیم پٹھان
☆مسز تحسین کوثر انصاری
☆مولانا عبداللہ عابد سندھی
☆ڈاکٹر خلیل احمد کورائی
☆سید شہاب الدین شاہ
☆ڈاکٹر عبدالمحسن
☆حافظ محمد یوسف بھنبھرو

طبع کنندہ:

فہرست

عنوان	صفحہ
باب اول: قرآن مجید	
(الف) قرآن مجید: تعارف اور فضائل	۱
(ب) ترجمہ و تشریح (منتخب آیات)	۷
باب دوم: حدیث شریف	
(الف) حدیث و سنت کا تعارف اور عملی زندگی پر اس کے اثرات	۳۳
(ب) ترجمہ و تشریح (منتخب احادیث)	۳۸
باب سوم: موضوعاتی مطالعہ	
(الف) ایمانیات	
۱۔ عقیدۂ توحید (صفات باری تعالیٰ کا تعارف، توحید کے تقاضے)	۵۹
۲۔ عقیدۂ رسالت	۶۴
(ب) عبادات	
۱۔ عبادت کی اہمیت و افادیت	۷۰
۲۔ جہاد: تعارف، اہمیت اور اقسام	۷۳
(ج) سیرت طیبہ	
۱۔ بعثت نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ	۸۰
۲۔ دعوت و تبلیغ	۸۴
۳۔ ہجرتِ مدینہ اور غزوات	۸۹
۴۔ خصائل و شمائل نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ	۹۴
۵۔ مناقبِ اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم	۱۰۱
۶۔ مناقبِ صحابہ کرام اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم	۱۰۹

فہرست

صفحہ	عنوان

(د) اخلاق و آداب

۱۔ علم کی اہمیت وفضیلت	۱۱۵
۲۔ اسلام میں خاندان کی اہمیت	۱۱۷
۳۔ احترامِ انسانیت	۱۲۲
۴۔ عدلِ اجتماعی	۱۲۵
۵۔ عفت وحیاء	۱۲۹

باب چہارم: ہدایت کے سرچشمے ومشاہیر اسلام

۱۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ	۱۳۴
۲۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ	۱۴۰
۳۔ جابر بن حیان	۱۴۴
۴۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۷

(الف) قرآن مجید: تعارف اور فضائل

حاصلاتِ تعلم

- قرآن مجید کا تعارف بیان کر سکیں۔
- قرآن مجید کی عظمت وفضیلت بیان کر سکیں۔
- روز مرہ کی زندگی میں قرآن مجید کے حقوق و آداب کی اتباع کر سکیں۔

قرآن مجید کا تعارف: لفظ ''قرآن'' کے لغوی معنی پڑھنا ہے۔ اور ''قرآن'' کے معنی پڑھی ہوئی کتاب بھی ہے۔ قرآن کریم کے اصطلاحی معنی ہیں ''اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ (حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کے آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رحمت اور سلامتی ہو۔) پر جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے نازل ہوا اور مصاحف میں لکھا گیا۔

قرآن مجید میں ۳۰ پارے، ۱۱۴ سورتیں، ۵۵۸ رکوع اور ۶۲۳۶ آیات ہیں۔ پہلی سورۃ الفاتحہ اور آخری سورۃ الناس ہے۔ سب سے بڑی سورۃ البقرہ ہے اور سب سے چھوٹی سورۃ الکوثر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی و عظمت بیان کرنے والی بڑی آیت آیۃ الکرسی ہے۔ ''سورۃ'' کم از کم تین آیات پر مشتمل ہوتی ہے اور ہر سورۃ کا ایک خاص مضمون و موضوع ہوتا ہے۔ جس کی ابتداء میں سورۃ توبہ کے علاوہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ لکھا گیا ہے۔ اس کو سورۃ کہا جاتا ہے۔ ''آیت'' کے لغوی معنی ہیں نشان یا علامت۔ اصطلاح میں ''آیت'' قرآن شریف کے ایک فقرہ کو کہتے ہیں اور فقرہ کے آخر میں ○ علامت ہوتی ہے۔

قرآن مجید کے نام: قرآن مجید کا اصل نام یہی ''القرآن'' ہے، لیکن علماء کرام نے اس کے علاوہ بھی بہت سارے نام شمار کیے ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ان میں سے چند مشہور نام یہ ہیں: ۱۔ القرآن: کلام پاک کا یہ اصلی اور ذاتی نام ہے۔ ۲۔ الفرقان: حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب۔ ۳۔ الذکر: نصیحت کرنے والی کتاب۔ ۴۔ الکتاب: خاص کتاب یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید۔ ۵۔ الھدیٰ: راہ دکھانے والی کتاب۔ ۶۔ النور: روشنی والی کتاب۔ ۷۔ الحق: ثابت شدہ کتاب۔ ۸۔ الشفاء: یعنی جسمانی و روحانی بیماریاں ختم کرنے والی کتاب۔ ۹۔ التنزیل: اتاری ہوئی کتاب۔

KARACHIEDU.COM

نزولِ قرآن: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا ازلی و ابدی کلام ہے، جو "لوحِ محفوظ" میں موجود ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿٢١﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾ (سورۃ البروج:۲۲) ترجمہ: (یہ کوئی معمولی کلام نہیں) بلکہ یہ قرآن عظیم الشان کتاب ہے۔ لوحِ محفوظ میں (لکھا ہوا)۔

قرآن کریم لوحِ محفوظ سے زمین پر نزول کے دو مراحل میں پہنچا ہے۔ پہلا مرحلہ مکمل قرآن کریم، دنیا والے آسمان پر "بیت العزۃ" میں نازل ہوا، اس سلسلہ میں سورۃ القدر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا۔ (القدر:۱) دوسرا مرحلہ اس کے بعد ضرورت اور موقع کی مناسبت سے وقتاً فوقتاً حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر مختلف آیتوں اور سورتوں کی صورت میں لاتے تھے جو بتدریج بائیس برس اور کچھ ماہ میں نازل ہوا، جس میں سے بارہ سال کچھ مہینے مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوا اور باقی دارالہجرت مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

تدریجی نزول: قرآن کریم کے نزول کا دوسرا مرحلہ تدریجی (مرحلہ وار) کہلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ تم، لوگوں کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھ کر سناؤ اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارا ہے۔ (الاسراء:۱۰۶) ۔ قرآن کریم کے تدریجی انداز میں نزول کی درج ذیل حکمتیں ہیں:

- قرآن کریم یاد کرنا آسان ہو گیا۔
- مختلف احکامات جو قرآن کریم میں موجود ہیں انسانی طبیعتوں کو ان پر عمل کے لیے رفتہ رفتہ آمادہ کیا گیا، اگر ایک دفعہ تمام احکامات نازل ہوتے تو قدیم عادات کو ترک کرنے اور نئے احکام پر لوگوں کے لیے عمل کرنا بہت مشکل ہوتا۔
- مخالف لوگوں کی تکلیفیں اور اذیتیں جب حد سے بڑھ جاتیں تھیں اور پھر کوئی وحی نازل ہوتی تھی تو وہ مسلمانوں کی دلوں کے لیے باعثِ تسکین بنتی تھیں۔
- مختلف اوقات میں لوگوں کی طرف سے سوالات پوچھنے پر ان کا بروقت جواب دینے سے قرآن کریم کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔

لوحِ محفوظ: لوحِ محفوظ سے مراد وہ تختی یا کتاب جو ہر طرح کی دستبرد سے محفوظ ہو اور تمام احکام و فرامین اور کلماتِ الٰہی کا مصدر ہے۔

بیت العزۃ: یہ آسمان دنیا میں وہ جگہ ہے جہاں قرآن مجید کو لوحِ محفوظ سے یکبارگی میں اتارا گیا پھر آسمان دنیا (بیت العزۃ) سے تھوڑا تھوڑا کر کے حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر اتارا گیا۔

KARACHIEDU.COM

مکی و مدنی سورتوں کا تعارف اور خصوصیات: قرآن مجید کی سورتوں کو نزول کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ وہ آیات یا سورتیں جو ہجرت مدینہ سے قبل نازل ہوئیں وہ مکی کہلاتی ہیں اور جو ہجرتِ مدینہ کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں۔ اس اعتبار سے مکی سورتوں کی تعداد ۸۸ اور مدنی سورتوں کی تعداد ۲۶ ہے۔ مندرجہ ذیل خصوصیات کی بناء پر مکی اور مدنی سورتوں کو پہچانا جاسکتا ہے:

- مکی سورتیں عموماً چھوٹی ہیں اور ان میں اکثر توحید و رسالت، آخرت کے مجمل احکام، دین وعبادت اور سابقہ امتوں کے واقعات اور انبیاء کرام علیہم السلام کے قصے بیان کیے گئے ہیں، جبکہ مدنی سورتیں بڑی ہیں اور ان میں زیادہ تر شریعت کے تفصیلی احکام ہیں۔
- مکی دور کی سورتوں اور آیات میں اہلِ ایمان کو ان کے فرائض بتائے گئے ہیں اور گمراہ لوگوں کو گزشتہ اقوام کے انجام سے خبردار کیا گیا ہے، جبکہ مدنی سورتوں اور آیات میں تفصیلی احکام بتائے گئے ہیں۔ جیسے زکواۃ، حج، جہاد و قتال کے مسائل اور جرائم کی سزائیں وغیرہ بتائی گئی ہیں اور زندگی کے مختلف گوشوں سماجی، معاشی اور خاندانی نوعیت کے احکام سے متعلق بنیادی ہدایات دی گئی ہیں۔
- مکی سورتوں میں مومنوں کے ساتھ زیادہ تر مشرکین کو خطاب کر کے سمجھایا گیا ہے، جبکہ مدنی سورتوں میں مسلمانوں کے ساتھ منافقین اور اہل کتاب کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔
- اکثر مکی سورتوں میں ''یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ'' (اے لوگو) کے الفاظ سے اور مدنی سورتوں میں ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' (اے ایمان والو) کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔

قرآن کریم کی عظمت و فضیلت: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ آخری الہامی کتاب ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات عظمت اور بزرگی والی ہے اور ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔ اس طرح اس کی کتاب بھی عظمت اور بلند شان والی ہے۔ ہر قسم کی غلطی، تحریف اور تغیر سے پاک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹)
ترجمہ: بیشک یہ کتاب نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور یقینًا ہم اس کے نگہبان ہیں۔ اس کتاب میں بے پناہ تاثیر ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے۔ اور یہ مثالیں، ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔ (الحشر:۲۱)

KARACHIEDU.COM

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے والے کے لیے فرمایا ہے: خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہُ۔ (صحیح البخاری، حدیث:۵۰۲۷) ترجمہ: تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے مزید ارشاد فرمایا کہ میں تمھارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جن پر عمل کرنے کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے ایک قرآن اور دوسری میری سنت ہے، جو دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر حاضر ہوں۔ (مستدرک حاکم، حدیث:۴۳۲۱)

قرآن مجید کی چند خوبیاں:

۱۔ قرآن مجید کا الہامی کتاب ہونا: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب ہے جو انسانوں کی ہدایت کے لیے آخری پیغام ہے، جو رہتی دنیا کے اقوام کا دستورِ عمل ہے اور دنیا و آخرت کی فلاح کی ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ عظمیٰ کا کوئی بدل نہیں، اس کا پڑھنا اور سننا باعثِ برکت و ثواب ہے، اس کو سمجھنا، اس کی باریکیوں پر غور و فکر کرنا باعثِ ہدایت و سعادتِ دارین ہے، جبکہ اس کی تعلیمات پر عمل کرنا، دوسروں کو سنانا اور اس کی برکات سے محروم لوگوں تک اس کو پہنچانا بہت بڑی نیکی اور حصول سعادتِ دارین کا موجب ہے۔

۲۔ قرآن مجید کا عربی زبان میں نازل ہونا: قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف:۲) ترجمہ: ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم لوگ سمجھ سکو۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو صدیوں سے اسی طرح پڑھا جارہا ہے، جس طرح وہ اپنے نزول کے وقت پڑھا جاتا تھا، جس کا خاص سبب اس کا عربی زبان میں ہونا اور خاص طرزِ بیان ہے۔

۳۔ انداز و اسلوب میں منفرد ہونا: قرآن کریم کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ اپنے انداز و اسلوب میں منفرد ہے، یہ بے حد دلکش اور روح میں اتر جانے والی کتاب ہے اس کے مضامین اور موضوعات میں کوئی تضاد اور تفاوت نہیں ہے، یہی بات اس کے برحق ہونے کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ترجمہ: بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے۔ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا (کلام) ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔ (النساء:۲۷)

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ، ترجمہ: قرآن کی فضیلت دیگر کلام پر اس طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۲۲۰۸)

KARACHIEDU.COM

جس طرح پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کو برتری اور عظمت حاصل ہے اسی طرح اس کے کلام کو بھی بڑی عظمت وفضیلت حاصل ہے۔

۴۔ شک وشبہ سے بالا تر کتاب: قرآن کریم نے ابتداء ہی میں اپنی عظمت کا اعلان کیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ۔ (سورۃ البقرہ:۲) ترجمہ: یہ کتاب یعنی قرآن مجید اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ کا کلام ہے پرہیز گاروں کیلیے رہنما ہے۔

قرآن کریم ضابطہ حیات ہے: قرآن مجید قیامت تک ساری کائنات کے تمام مادی وروحانی، دینی ودنیوی تقاضوں کے لیے، مکمل دستورِ حیات، دائمی وعالمگیر قانون ہے۔ قرآن کریم ہمیں زندگی کے تمام شعبہ جات میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جس میں انسانی زندگی کی حقیقت، حلال وحرام، خیر وشر، تقویٰ وعبادات کے مسائل کے ساتھ شرعی احکام ونصیحت، حکومت و تجارت، جنگ وصلح جیسے مسائل کی رہنمائی کرتا ہے اور یہ معاشرتی، اقتصادی، سیاسی اور اخلاقی تعلیمات وکردار کو بہتر سے بہتر بنانے کے اصول بتاتا ہے۔

قرآن مجید کے حقوق وآداب: قرآن مجید ایک بابرکت کتاب ہے، اس کی شان عام کتابوں سے بڑھ کر ہے، اس لیے مسلمانوں پر اس کے حقوق وآداب عائد ہوتے ہیں، جن کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ مثلاً: ۱. قرآن مجید پر ایمان لانا، ۲. قرآن مجید کو باوضو غور سے پڑھنا، ۳. قرآن مجید کو سمجھنا، قرآن مجید میں تدبر اور غور وفکر کرنا، ۴. قرآن مجید پر عمل کرنا، ۵. قرآن مجید کی تعلیم کو عام کرنا، ۶. قرآن مجید کے نظام کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر نافذ کرنا۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ قرآن کریم کے احکام پر زندگی گزارنے کی کوشش کریں، اس کی تعلیمات پر عمل کریں۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات

"مسلمان اور قرآن مجید" استاد کی نگرانی میں کمرہ جماعت میں اجتماعی طور پر باہمی مکالمہ کے بعد نکات تیار کریں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ قرآن کریم کا جامع تعارف تحریر کریں۔

۲۔ قرآن مجید کی چند خوبیاں بیان کریں۔

۳۔ قرآن مجید کے فضائل پر نوٹ تحریر کریں۔

KAACHIEDU.COM

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ لفظ قرآن لفظ کا مطلب لکھیں۔

۲۔ سورت اور آیت کا مطلب بیان کریں۔

۳۔ مکی اور مدنی سورتوں کا فرق تحریر کریں۔

۴۔ قرآن کریم کے مشہور نام تحریر کریں۔

۵۔ قرآن مجید کے فضائل کے متعلق کم از کم دو احادیث بیان کریں۔

۶۔ قرآن مجید کے حقوق و آداب بیان کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ لفظ "قرآن" کے لغوی معنی ہے:

(الف) آسمانی کتاب　　(ب) سنی ہوئی کتاب

(ج) پڑھی ہوئی کتاب　　(د) لکھی ہوئی کتاب

۲۔ اللہ تعالیٰ کا دائمی و عالمگیر قانون ہے:

(الف) قرآن مجید　　(ب) احادیث

(ج) فقہ　　(د) تفسیر

۳۔ قرآن مجید کے نام "الذکر" سے مراد ہے:

(الف) راہ دکھانے والی کتاب　　(ب) روشنی والی کتاب

(ج) نصیحت والی کتاب　　(د) ثابت شدہ کتاب

۴۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا ازلی کلام، جو موجود ہے:

(الف) بیت المعمور میں　　(ب) خانہ کعبہ میں

(ج) بیت العزۃ میں　　(د) لوح محفوظ میں

ہدایات برائے اساتذہ کرام

"قرآن مجید مکمل ضابطہ حیات" ہے پر تقریری مقابلہ کروائیں۔

KARACHIEDU.COM

(ب) منتخب آیات کا ترجمہ و تشریح

حاصلاتِ تعلم

- منتخب آیات کا ترجمہ و تشریح اور ذکر کردہ اصطلاحات کی تشریح کر سکیں۔
- آیات کی روشنی میں سماجی عدل و انصاف کو سمجھ سکیں۔
- منتخب آیات کا تفہیم کر کے مفہوم پر روشنی ڈال سکیں۔

(ب) ۱۔ منتخب آیات، ترجمہ و تشریح: سورۃ البقرہ:۱۷۷، سورۃ النساء:۱ تا ۴

آیت نمبر ۱: لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِكَةِ وَ الۡكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَ الۡيَتٰمٰى وَ الۡمَسٰكِيۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِيۡلِ ۙ وَ السَّآئِلِيۡنَ وَ فِى الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا ۚ وَ الصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۷۷)

ترجمہ: نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب کو قبلہ سمجھ کر ان کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روز آخر پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں کے چھڑانے میں خرچ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب عہد کر لیں تو اس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں اور جنگ کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو ایمان میں سچے ہیں اور یہی ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

الفاظ اور معانی		
اَلۡبِرَّ: نیکی	الرِّقَابِ: گردنیں	الۡمُوۡفُوۡنَ: پورا کرنے والے
الۡبَاۡسَآءِ: تکلیف	الضَّرَّآءِ: مصیبت	حِيۡنَ الۡبَاۡسِ: جنگ کے وقت

اَلۡبِرَّ: برّ کے معنی ہے نیکی اور اس سے مراد اچھے اور پسندیدہ کاموں کو بجالانا ہے۔ حدیث میں ہے کہ "البر حسن الخلق" نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۵۳)

KAMI.COM

تشریح: اس آیت میں دین اسلام کے اصل روح ایمان اور نیکی کو بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت کا تعلق تحویل قبلہ کے واقعہ سے ہے جب حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ۱۶-۱۷ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا شروع کی، تو یہود اعتراض کرنے لگے کہ یہ کیسا دین ہے کہ کبھی مغرب اور کبھی مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

قرآن کریم کی آیات میں سے یہ ایک اہم اور جامع آیت ہے، جس میں ایمانیات، معاملات، جانی ومالی عبادات اور نیک اعمال کی تعلیم وترغیب دی گئی ہے، جس کا مقصد ہے کہ نیکی محض ظاہری اعمال کرنے اور رسومات کے بجالانے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ نیکی کے اصل کام تو یہ ہیں: دین کے بنیادی عقائد پر ایمان لانا، معاشرے میں ضرورتمندوں کے کام آنا، اللہ تعالیٰ کے فرائض سرانجام دینا، معاملہ داری میں سیدھا ہونا اور دین پر ثابت قدم رہنا وغیرہ نیکی کے کام ہیں۔ جو بھی یہ نیکی کے کام سرانجام دے گا تو وہ ایک نیکوکار، بااخلاق، سچا اور پرہیزگار کہلائے گا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ درست عقائد اپنائیں اور ہمہ وقت اعمال صالحہ اور نیکی کو بجالانے کی کوشش کرتے رہیں تاکہ ہماری دنیا و آخرت سنور جائے۔

سرگرمی	ابواب البر (اعتقادات، عبادات، اخلاق واعمال) کی فہرست طلبہ سے مرتب کروائیں۔

آیت نمبر ۲: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ (سورۃ النساء: آیت:۱)

ترجمہ: لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا یعنی اوّل اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے ضروریات پوری کرنے کا مطالبہ کرتے ہو اور قطع رحمی سے بچو کچھ شک نہیں کہ اللہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

الفاظ اور معانی		
بَثَّ: پھیلایا	نِسَآءً: عورتیں	تَسَآءَلُوْنَ: ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔
اَلْاَرْحَامَ: رشتہ داریاں	رَقِيْبًا: نگہبان	

اَلْاَرْحَامَ: ارحام، رِحم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں نسبی اور قریب کے رشتے، ان کے ساتھ تعلقات برقرار رکھنا "صلہ رحمی" کہلاتا ہے۔ وَالْاَرْحَامَ سے رشتہ کی قرابت داری مراد ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے

فرمایا: صلہ رحمی یہ نہیں کہ جب دوسرا جوڑے تو آپ اس سے جوڑیں بلکہ صلہ رحمی یہ ہے کہ جب دوسرا توڑے تو آپ اس کے ساتھ قرابت داری جوڑے رکھیں۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۵۹۹۱)

تشریح: اس آیت میں ۱۔ ایک خالق، ۲۔ وحدت انسانیت، ۳۔ صلہ رحمی کی اہمیت، ۴۔ رشتہ داروں کے حقوق، ۵۔ قطع رحمی کی وعید کو بیان کیا گیا ہے۔ "اے انسانو" کے لفظ سے اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کو خطاب فرمایا ہے کہ: تم سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ تم جو بھی مرد و عورت، چھوٹے بڑے، اچھے برے، دانا و نادان مسلمان یا کوئی بھی ہو! تمھیں اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے اور اس کی سزا سے ڈر کر نافرمانیوں سے بچنا چاہیے۔ اس خطاب سے یہ بات بھی ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ تمام انسان اصل میں ایک ہیں کہ سب مٹی سے پیدا ہوئے ہیں، پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر بنی نوع انسان کو حضرت آدم و حوا سے پیدا کیا۔ اس لیے ہم سب کو آپس میں برادرانہ تعلق اور محبت والا سلوک رکھنا چاہیے، رشتہ داروں سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور صلہ رحمی پر ہمیشگی اختیار کرنی چاہیے اور رشتے ناتے توڑنے اور حق تلفی سے گریز کرنا چاہیے، اور ہم سب کو ایک ہو کر رہنا چاہیے۔

سرگرمی	صلہ رحمی کا مفہوم اور فوائد پر روشنی ڈالیں، باہمی مکالمہ کے بعد طلبہ سے نکات تحریر کروائیں۔

آیت نمبر ۳: وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝

(سورۃ النساء، آیت: ۲)

ترجمہ: اور یتیموں کا مال جو تمھاری تحویل میں ہو ان کے حوالے کر دو اور ان کے پاکیزہ اور عمدہ مال کو اپنے ناقص اور برے مال سے نہ بدلو اور نہ ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ۔ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔

الفاظ اور معانی	
لَا تَتَبَدَّلُوا: تبدیل نہ کرو	الْخَبِيْثَ: خراب چیز
الطَّيِّبِ: اچھی چیز	حُوْبًا: گناہ

تشریح: اس آیت میں یتیموں کے سرپرستوں سے خطاب ہے جس میں یتیموں کے حقوق اور ان کے مال کی حفاظت کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث میں (۱) یتیم بچوں کی دیکھ بھال کرنے، (۲) ان کے ساتھ اچھے سلوک کرنے اور (۳) ان کے مال و ملکیت کی حفاظت کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ ہدایات دی گئی ہیں، یہاں ان لوگوں کو حکم ہے جو یتیم

KAUTHIURDU.COM

بچوں کے سرپرست و نگران ہیں، کہ ورثے کے طور پر یتیم بچوں کو جو مال ملا ہے وہ ان کے جوان ہوتے ہی ان کے حوالے کر دیں۔ کیوں کہ ان کی ملکیت تمھارے پاس امانت ہے، اس لیے، نہ ان کی کوئی بھی چیز اٹھا کر اپنی ردی مال سے بدل دیں اور نہ ہی کھانے پینے اور استعمال کرنے کے دوران بے جا اور فضول خرچی کر کے ان کا مال ہڑپ کر لیں۔ کسی کی بھی حق تلفی سے پرہیز کریں کیوں کہ اس طرح کرنا اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت بڑا گناہ اور ناانصافی کی بات ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم روزمرہ کی زندگی میں حق داروں کا پورا حق ادا کریں اور یتامیٰ کے مال کی حفاظت کریں اور ان کے عاقل و بالغ ہونے کے بعد ان کو ورثے میں ملا ہوا مال ان کے حوالے کریں۔

سرگرمی یتیموں کے مال کی حفاظت کے احکام کو باہمی مکالمہ کے بعد طلبہ سے نکات کی صورت میں تحریر کروائیں۔

آیت نمبر ۴: وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا ۝۴ (سورۃ النساء، آیت:۴)

ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے مزے سے کھالو۔

الفاظ اور معانی	
صَدُقٰتِهِنَّ: ان (عورتوں) کے مہر	مَّرِیْٓــٴًـا: مزہ
هَنِیْٓــٴًـا: خوشگواری	طِبْنَ: وہ (عورتیں) خوش ہوئیں

مہر: وہ مال ہے جو عقد نکاح کے سبب بیوی کا حق بنتا ہے جو شوہر کے ذمہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ بیوی کو ادا کرے۔

تشریح: اس آیت میں عورتوں کے ایک خاص حق یعنی مہر کی ادائیگی کی تاکید بیان کی گئی ہے۔ حق مہر کبھی بھی معاف نہیں ہوتا۔ بہتر یہ ہے کہ مہر فوری ادا کیا جائے۔ یہ شوہر کی طرف سے ایک تحفہ احترام ہے، جو پیسوں کی صورت میں یا کسی بھی ایسی چیز کی شکل میں ہو جو قیمت رکھتی ہو، اسلام نے مہر کو عورت کی ملکیت قرار دیا ہے جس کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر سکتی ہے، شوہر کو اس سے باز پرس کا کوئی حق نہیں ہے۔

مہر اگر وقت پر ادا کیا جائے تو ''مُعَجَّل'' اور تاخیر سے دیا جائے تو ''مُؤَجَّل'' کہلاتا ہے۔ مہر مقرر نہ کرنے کی صورت میں "مہر مثل" لازم ہوتا ہے (یعنی ان کے خاندان کی عورتوں پھوپھی اور بہن وغیرہ کو جو مہر ملا ہے)، اگر زندگی بھر شوہر نے مہر ادا نہ کیا تو اس کے اوپر قرض رہے گا اور اس کے مرنے کے بعد اس کی ملکیت سے بیوی کو دلایا جائے گا۔

اس آیت میں ۱۔ اللہ تعالیٰ نے بیویوں کے اس خاص حق کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ: بیویوں کو ان کا حق مہر خوشی خوشی اور رغبت کے ساتھ خود ادا کر دو۔ تاکہ تمھاری آپس میں بنی رہے، زبردستی معاف کرانا، ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا یا نہ دینے کا ارادہ کرنا گناہ ہے۔ ۲۔ ہاں اگر بیوی خوش دلی سے مہر کا کچھ حصہ یا پورا مہر چھوڑ دے تو پھر شوہر پر کوئی حرج نہیں اور وہ اس کو اپنی مرضی سے استعمال میں لا سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ خواتین کے حقوق ادا کریں بالخصوص "مہر" کو تو ہر حال میں ادا کرنا چاہیے۔

سرگرمی کمرہ جماعت میں مہر کی ادائیگی کا حکم اور تاکید اور استعمال کرنے کی صورت پر مختصر وضاحت کریں۔

آیت نمبر ۵: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵

(سورۃ النساء، آیت:۵)

ترجمہ: اور کم عقلوں کو ان کا مال جسے اللہ نے تم لوگوں کے لیے سبب معیشت بنایا ہے مت دو ہاں اس میں سے ان کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور ان سے معقول بات کہتے رہو۔

الفاظ اور معانی		
لَا تُؤْتُوا: حوالے نہ کرو	السُّفَهَآءَ: ناسمجھ	اكْسُوْهُمْ: تم انھیں پہناؤ

تشریح: اس آیت میں یتیموں اور ناسمجھ اور معذور افراد کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یتیم بچوں کے کفیل کو درج ذیل ہدایات دی گئی ہیں کہ:

- اگر یتیم بچے جوان ہو چکے ہیں مگر مال کی حفاظت کا طریقہ نہیں جانتے ہوں اور استعمال کی صلاحیت نہیں رکھتے ہوں اور اپنی سادگی یا کم عقلی کی وجہ سے مال کا نقصان کر دیں گے، تو ان کو یہ مال و ملکیت حوالے نہ کرو جو تم سب کے گذر بسر اور قیام وبقا کا ذریعہ ہے۔ کیوں کہ مال انسان کا ذریعہ معاش ہے، تھوڑی سی غفلت بھی مال اور صاحب مال کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔
- یہ ملکیت ان کے حوالہ کرنے کے بجائے ان کی ضروریات زندگی کا انتظام کرتے رہو، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، تعلیم وتربیت پر ان کا مال خرچ کر کے ان کو فائدہ دو کیوں کہ وہ بھی معاشرہ کا حصہ ہیں۔
- اگر وہ اپنی ملکیت کا مطالبہ کریں تو ان سے اچھی بات کہو کہ یہ ملکیت تمھاری ہی تو ہے، ہم تو بس نگران و سرپرست ہیں۔ آپ جب اس کے سنبھالنے کے قابل ہو جاؤ تو تمھارا مال تمھیں سونپ دیا جائے گا۔

سرگرمی یتیموں کی پرورش کے مسائل پر اجمالاً نکات کی صورت میں طلبہ سے تحریر کروائیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر کریں:

۱۔ مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ تحریر کریں:

- وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤی اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا۔
- وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا۔

۲۔ آیت لیس البر کی روشنی میں۔ البر کے نکات تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ کی معانی تحریر کریں:

اَلْبَاْسَآءِ	بَثَّ	حُوْبًا	نِحْلَةً	السُّفَهَآءَ

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ آیت لیس البر میں صبر کے مواقع بیان کریں۔

۲۔ صلہ رحمی کا مطلب کیا ہے؟ تحریر کریں۔

۳۔ یتامیٰ کے اموال کے متعلق سرپرستوں کو کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

(د) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر " ✓ " کا نشان لگائیں:

۱۔ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا کا تعلق ہے:

(الف) ایمانیات سے
(ب) معاملات سے
(ج) مالی عبادات سے
(د) جانی عبادات سے

۲۔ یا ایھا الناس سے مخاطب کیا گیا ہے:

(الف) فرشتوں کو
(ب) انسانوں کو
(ج) حیوانوں کو
(د) جنوں کو

۳۔ البر حسن الخلق کے معنی ہیں:

(الف) نیکی سخاوت کا نام ہے
(ب) نیکی بردباری کا نام ہے
(ج) نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے
(د) نیکی ایثار کا نام ہے

KARACHIEDU.COM

(ب) ۲۔ منتخب آیات، ترجمہ و تشریح: سورۃ النساء: ۶ تا ۱۰

آیت نمبر ۶: وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ (سورۃ النساء، آیت:۶)

ترجمہ: اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں مصروف رکھو اور جانچتے رہو پھر بالغ ہونے پر اگر ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔ اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ یعنی بڑے ہو کر تم سے اپنا مال واپس لے لیں گے اس کو فضول خرچی اور جلدی میں نہ اڑا دینا۔ اور جو شخص آسودہ حال ہو اس کو ایسے مال سے قطعی طور پر پرہیز رکھنا چاہیے اور جو ضرورت مند ہو وہ مناسب طور پر یعنی بقدر خدمت کچھ لے لے۔ اور جب ان کا مال ان کے حوالے کرنے لگو تو گواہ کر لیا کرو اور حقیقت میں تو اللہ ہی گواہ اور حساب لینے والا کافی ہے۔

الفاظ اور معانی

اِبْتَلُوْا: تم جانچتے رہو	بَلَغُوْا: وہ پہنچے	اٰنَسْتُمْ: تم محسوس کرو
رُشْدًا: سمجھ بوجھ	اِسْرَافًا: بے جا / فضول خرچی	بِدَارًا: خوف سے
فَلْيَسْتَعْفِفْ: اسے بچنا چاہیے	حَسِيْبًا: حساب کرنے والا	

بلوغ: بلوغ سے مراد ہے نکاح کی عمر کو پہنچ جانا۔ **رشد:** رشد سے مراد مالی انتظام اور کاروبار کی سمجھ بوجھ رکھنا۔

تشریح: اس آیت میں نابالغ اور یتامیٰ کے اموال کو واپسی کے وقت شرائط کا ذکر ہے اور ان کے اموال کو بے دریغ خرچ کرنے سے ممانعت بیان کی گئی ہے۔ اور بتلایا گیا ہے کہ جب ان میں بلوغ و رشد پایا جائے تو ملکیت ان کے حوالے کر دیں۔ دولت کو سنبھالنے، اس کو جائز تجارت میں لگانے اور نفع و نقصان میں فرق سمجھنے جیسے معاملات سے متعلق ان بچوں کی قابلیت اور صلاحیت کی آزمائش کی جائے، اگر وہ اس عمر کو پہنچ چکے ہیں کہ یہ چیزیں سمجھنے لگے ہیں تو ملکیت ان کے حوالے کر دو۔ اور ملکیت حوالے کرنے کے وقت گواہ مقرر کر دیے جائیں تاکہ بعد میں کسی پر کوئی الزام عائد نہ ہو، غلط فہمی بھی ختم ہو جائے گی اور آئندہ کسی جھگڑے کا خدشہ بھی نہیں رہے گا۔

دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ جب تک مال منتقل نہیں ہوا ہو، بلکہ مال کفیل کے پاس ہے اور وہ خود دولت مند ہے تو یتیم بچوں کے مال میں سے کچھ استعمال کرنے کی اس کو اجازت نہیں، باقی جو یہ ان کی دیکھ بھال کرتا ہے اس کا اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑا اجر دے گا، البتہ کفیل خود غریب اور محتاج ہے تو اس کو منصفانہ طریقے سے بقدرِ ضرورت دستور کے مطابق اس مال میں سے لینے کی اجازت ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے کفیلوں کو ہدایت کردی ہے، کہ اس خیال سے کہ بچے بڑے ہو جائیں گے اور اپنے مال کا تقاضا کریں گے، تو جلدی جلدی اور بے جا استعمال میں ان کے مال کو ختم کرنے کی ہرگز گنجائش نہیں ہے بلکہ یہ ظلم ہوگا۔

آیت نمبر ۷: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ (سورۃ النساء: آیت ۷)

ترجمہ: جو مال ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ کر مریں، تھوڑا ہو یا بہت اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی۔ یہ حصے اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔

الفاظ اور معانی		
نَصِيبٌ: مقرر حصہ	تَرَكَ: اس نے چھوڑا	مَّفْرُوضًا: لازم مقرر کیا ہوا

تشریح: اس آیت میں والدین اور دیگر اقرباء کے چھوڑے ہوئے اموال میں حق میراث کو بیان کیا گیا ہے۔ اسلام سے پہلے عام طور پر عرب کے دستور کے مطابق عورتوں، لڑکیوں اور نابالغ اولاد کو وراثت سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا، اسلام نے یہ اصول و ضابطہ قائم کر دیا ہے کہ حق دار ہونے کے ناطے مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ اس آیت میں مندرجہ ذیل باتوں کی وضاحت کی گئی ہے:

- مرحوم کی چھوڑی ہوئی تمام ملکیت / دولت (منقولہ و غیر منقولہ)، جائداد، اراضی وغیرہ میراث شمار ہوگی۔
- مردوں کے ساتھ بچے اور عورتیں بھی اپنے حصہ کے مطابق میراث حاصل کریں گے۔
- میراث تھوڑی ہو یا زیادہ، اس میں سب شریک ہوں گے۔
- وارثوں میں سے ہر ایک کے لیے اس کا حصہ مقرر ہے جس کا دینا ضروری ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ۔

KARACHIIL.COM

بہر حال اس آیت میں مسلمانوں کو یتیموں اور عورتوں وغیرہ کے حقوق کی حفاظت فرما کر ان کی حق تلفی سے روک دیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اسلام کے قانون وراثت پر اپنی معاشرتی زندگی میں عمل کریں اور ورثا کا جتنا بھی حصہ بنتا ہو بہ رضا و خوشی دیں اور حق تلفی سے بچتے رہیں تاکہ سعادت دارین حاصل ہو۔

سرگرمی کمرہ جماعت میں "ترکہ اور میراث کے احکام و اہمیت" پر باہمی مذکرہ کروائیں اور کسی عالم دین کی مدد سے مختصر نکات تحریر کروائیں۔

آیت نمبر ۸: وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

(سورۃ النساء، آیت:۸)

ترجمہ: اور جب میراث کی تقسیم کے وقت غیر وارث رشتہ دار اور یتیم اور نادار لوگ آجائیں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دو۔ اور ان سے شیریں کلامی سے پیش آیا کرو۔

الفاظ اور معانی		
اَلْقِسْمَةَ: تقسیم (کے وقت)	اُولُوا الْقُرْبٰى: قریبی رشتہ دار	فَارْزُقُوْهُمْ: ان کو کھلاؤ / ان کو دے دو

تشریح: شریعت میں ورثاء اور حصے متعین کیے گئے ہیں جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس آیت میں ورثاء کے درمیان میراث کی تقسیم کے وقت غریب رشتہ داروں سے حسن سلوک کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کچھ آداب بتلائے ہیں اور اخلاقی ہدایات دی ہیں کہ: جب کسی مرحوم کا مال و دولت میراث کے طور پر تقسیم کیا جا رہا ہو تو بعض دفعہ وہاں پر برادری اور کنبہ کے ایسے لوگ بھی جمع ہو جاتے ہیں جن کو اس ملکیت میں سے کوئی شرعی حق نہیں ملنے والا مثلاً: دور کے رشتہ دار، یتیم، مساکین، غریب، محتاج اور سائل وغیرہ تو قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق اس میں سے ان لوگوں کو بھی کچھ نہ کچھ دے کر رد کی جائے۔

اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ان لوگوں کو مجموعی مال سے یہ تبرع اور خیرات نہیں دی جائے گی۔ بلکہ وارثوں میں سے جو بالغ اپنا اپنا حصہ لے چکے ہیں وہ یہ ادائیگی کریں گے۔ کیوں کہ نابالغ بچوں اور غائبین ورثاء کے مال سے ان کی اجازت کے بغیر ادائیگی کرنا جائز نہ ہوگا۔ ساتھ ہی ورثاء کو غیر وارث لوگوں کے ساتھ برتاؤ کے متعلق اخلاق کی تلقین کی گئی ہے کہ اگر ان غیر حقداروں کو دینا نہیں چاہتے تو ایسا نہ ہو کہ بخل اور غصہ میں ان کو برا بھلا کہنے لگ جاؤ کہ تمھارا کچھ نہیں ہے، یہ

KARACHI-E.COM

ہماری اپنی ملکیت ہے، بلکہ ان لوگوں کو خوش دلی اور نرمی سے معقول بات کہہ کر رخصت کرو اور ان کو جھڑ نا اور ان کی دل شکنی کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

آیت نمبر ۹: وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾

(سورۃ النساء، آیت:۹)

ترجمہ: اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو ایسی حالت میں ہوں کہ اپنے بعد ننھے ننھے بچے چھوڑ جائیں اور ان کو ان کی نسبت خوف ہو کہ ہمارے مرنے کے بعد ان بیچاروں کا کیا ہو گا پس چاہیے کہ یہ لوگ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔

الفاظ اور معانی		
وَلْيَخْشَ: اسے ڈرنا چاہیے	ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا: کمزور اولاد	خَافُوْا: وہ ڈر گئے

تشریح: اس آیت میں سرپرست کو یتیموں (جو وارث نہ ہونے کی وجہ سے حصہ نہ پا سکے) سے حسن سلوک اور ان کے حقوق کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، کہ ذرا سوچو کہ اگر تم اپنے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہونے لگتے تو تمھیں ان کی کتنی فکر ہوتی؟ پس ہر یتیم کے بارے میں تمھیں ایسا ہی سوچنا اور معاملہ کرنا چاہیے، تاکہ تمھارے دلوں میں ان کے لیے جذبہ رحمت و محبت پیدا ہو۔ یتیموں سے سیدھی، نرم اور اچھی بات کہنی چاہیے، کوئی سخت بات نہیں کرنی چاہیے جس سے اس کا دل ٹوٹے اور ان کا نقصان ہو بلکہ ان کی اصلاح ہو۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے یتیموں کی کفالت اور حقوق کی ادائیگی کی بہت تاکید کی ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الوصایا، حدیث:۲۷۶۷)

آیت نمبر ۱۰: اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾

(سورۃ النساء، آیت ۱۰)

ترجمہ: جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ اور دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

الفاظ اور معانی		
يَاْكُلُوْنَ: وہ کھاتے ہیں	بُطُوْنِ: پیٹ	نَارًا: آگ
سَيَصْلَوْنَ: عنقریب وہ داخل ہوں گے	سَعِيْرًا: بھڑکتی ہوئی آگ	

KARACHIEDU.COM

تشریح: اس آیت میں یتیموں کے حقوق اور ان کے مال میں خیانت کی سزا اور وعید کو بیان کیا گیا ہے۔ انسانی معاش میں مال و دولت کی بڑی اہمیت ہے، اس کو جائز اور حلال طریقوں سے کمانا عبادت میں شمار ہوتا ہے، جب کہ باطل طریقوں سے مال جمع کرنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے، عام لوگوں کے مقابلے میں اگر کمزور، ضعیف، یتیموں اور مسکینوں کے مال میں ناجائز تصرف اور خیانت کر کے ان کی اس طرح حق تلفی کی جائے تو یہ اور بڑی برائی کی بات ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے مال کو ظلم کے طور پر ناحق طریقے سے ہتھیانے اور ناجائز استعمال کرنے والوں کے لیے فرمایا کہ وہ جو کچھ بھی اس طرح کھاتے ہیں گویا وہ اپنے پیٹ کے اندر جہنم کی آگ جھونک رہے ہیں۔ اور ان کے لیے آخرت کے جھلسانے والی آگ الگ سے تیار ہے۔ حدیث میں بھی یتیم کے مال کھانے کو بڑے گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب المحاربین، حدیث:۶۸۵۷)۔

سرگرمی "یتیموں کے مال میں خیانت" کے نقصان پر باہمی مذاکرہ کے بعد نکات تحریر کروائیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر کریں

۱۔ مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ تحریر کریں:

- وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۖ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۔
- اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۗ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔

۲۔ سورۃ النساء کی آیت ۶ کی روشنی میں یتیموں کے حقوق تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ کی معانی تحریر کریں:

فَلْيَسْتَعْفِفْ	مَّفْرُوْضًا	فَارْزُقُوْهُمْ	ذُرِّيَّةً	خَافُوْا	بُطُوْنِ	سَعِيْرًا

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ بلوغ اور رشد کا مطلب کیا ہے؟ تحریر کریں۔

۲۔ قرآن کریم میں یتیم کو مال واپس کرنے کا طریقہ کیا بتایا گیا ہے؟

۳۔ قرآن مجید نے یتیم کے کفیل / سرپرست کی کیا ذمہ داریاں بتائی ہیں؟

۴۔ یتیموں کے مال میں خیانت کرنے والوں کی کیا سزا بیان کی گئی ہے؟

KARACHIEDU.COM

(د) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر " ✓ " کا نشان لگائیں:

۱۔ ملکیت حوالے کرنے کے وقت مقرر کیے جائیں:

(الف) وکیل (ب) گواہ

(ج) نائب (د) حاکم

۲۔ یتیموں کو مال حوالے کرنے کے وقت جانچنا ہے:

(الف) بلوغ ورشد کو (ب) صحت اور مرض کو

(ج) علم ودانش کو (د) تحمل وبرداشت کو

۳۔ یتیم کے مال سے کفیل کو بقدر ضرورت مال لینے کی اجازت ہے جب وہ:

(الف) کفیل غریب ہو (ب) کفیل امیر ہو

(ج) کفیل قرضدار ہو (د) کفیل محتاج ہو

۴۔ یتیموں اور مسکینوں سے بات کرنی چاہیے:

(الف) سختی سے (ب) نرمی سے

(ج) غصے سے (د) ناشائستگی سے

۵۔ قرآن مجید نے یتیموں کا مال ناحق کھانے والوں کا ٹھکانہ بتایا ہے:

(الف) جنت (ب) جہنم

(ج) برزخ (د) قبر

۶۔ یتامی کا مال ناحق کھانے والے وہ اپنے پیٹ میں بھرتے ہیں:

(الف) مٹی (ب) آگ

(ج) پانی (د) ہوا

KARACHIEDU.COM

(ب) ۳۔منتخب آیات، ترجمہ و تشریح: سورۃ النساء آیت ۲۹، ۳۶۔
سورۃ المائدہ آیت: ۲۳، ۳۳۔۳۴

آیت نمبر ۱۱: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٢٩﴾ (سورۃ النساء: آیت ۲۹)

ترجمہ: مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں! اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو اور اس سے مالی فائدہ حاصل ہو جائے تو وہ جائز ہے اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے۔

الفاظ اور معانی		
لَا تَاْكُلُوْٓا: نہ کھائیں	بِالْبَاطِلِ: ناحق طریقے سے	تَرَاضٍ: رضامندی

تشریح: اس آیت میں اکلِ حلال کی تاکید (یعنی ناحق مال کھانے کی ممانعت) اور قتل ناحق کی ممانعت بیان کی گئی ہے۔ ہر انسان کی تین چیزیں بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں، جان، مال اور آبرو۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو ان تینوں چیزوں کی ضمانت دی ہے، چنانچہ جو لوگ اسلام قبول نہیں کرتے صرف اس کو اپنا سیاسی نظام سمجھ کر اس کے زیر سایہ ذمی ہو کر رہنا پسند کرتے ہیں، اسلام میں ان کو بھی یہ تینوں حقوق حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس آیت میں پہلی دو چیزوں کی تاکید کی گئی ہے اور جو اسلام لا چکے ہیں ان کو تو بالخصوص ان باتوں کا دھیان رکھنا چاہیے۔

ناحق اور ناجائز مال کھانے کی ممانعت: ایسی چیزیں جو بذات خود حرام ہیں مثلاً: خنزیر، شراب، نشہ آور چیزیں وغیرہ ان کو خریدنا، بیچنا اور استعمال کرنا پہلے ہی ناجائز و حرام ہیں، لیکن ایسی چیزیں جو اپنی ذات میں حلال اور مباح ہیں اگر ان کو خریدنے اور اپنے تصرف میں لانے کے لیے کوئی ناجائز طریقہ استعمال کیا جائے تو وہ چیزیں بھی حرام بن جاتی ہیں۔ مثلاً: چوری، ڈکیتی، غصب، دھونس، رشوت اور سود، جھوٹ، دھوکہ بازی، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، سٹہ اور جوا، ملاوٹ، ناپ تول میں کمی وغیرہ کے ذریعہ حاصل کیا گیا مال و دولت۔ یہ سب مال حاصل کرنے کے باطل اور ناجائز طریقے ہیں۔ ان سے بچنے اور حلال مال کے حاصل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ رضا و خوشی کے ذریعے کوئی خرید و فروخت ہوئی ہے تو وہ حاصل شدہ مال، حلال ہے اور جائز ملکیت ہے۔

KARACHIEDU.COM

ناحق قتل کی ممانعت: جس طرح دوسرے کا مال کھانا حرام ہے، اسی طرح کسی کی ناحق جان لینا اس سے زیادہ حرام ہے یعنی آپس میں ایک دوسرے کو بلاوجہ ناحق قتل بھی مت کرو۔ دوسرے کی جان لینے کو "اپنے آپ کو مارنے" سے تعبیر کرنے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جب کوئی دوسرے کو ناحق قتل کرے گا تو بدلہ میں وہ خود بھی قتل ہو گا۔ اسی طرح اس میں خودکشی کرنے کی ممانعت بھی واضح ہو گئی کہ دوسرے کے بدلہ میں قتل ہونے سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ کوئی اپنے آپ کو ختم کر دے، چنانچہ یہ تمام صورتیں حرام و ناجائز ہیں۔

سرگرمی	"ناحق مال کھانے" کے باہمی بحث و مباحثہ کے بعد معاشرتی نقصانات طلبہ سے نکات کی صورت میں تحریر کروائیں۔

آیت نمبر ۱۲: وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۟ۙ﴿۳۶﴾

(سورۃ النساء: آیت ۳۶)

ترجمہ: اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور ناداروں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو لوگ تمھارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ حسن سلوک کرو (اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔) بیشک اللہ تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

الفاظ اور معانی		
اَلْجَارِ: پڑوسی	بِالْجَنْۢبِ: پاس بیٹھنے والا	ابْنِ السَّبِيْلِ: مسافر
اَيْمَانُكُمْ: تمھارے ہاتھ	مُخْتَالًا: اترانے والا	فَخُوْرَا: تکبر کرنے والا

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت، توحید اور حقوق العباد کی تاکید اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ انسان کے ذمے دو قسم کے حقوق متعلق ہیں، جن میں سے ایک کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے جبکہ دوسرے کا تعلق لوگوں کے ساتھ ہے۔ پہلی قسم کو حقوق اللہ اور دوسری قسم کو حقوق العباد کہا جاتا ہے، اس آیت میں دونوں قسم کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے:

KAKAJI.COM

حقوق اللہ: اس آیت میں حقوق اللہ سے متعلق دو باتوں کا بیان ہے: ۱- اللہ تعالیٰ کو بلند عظمت والا جان کر اس کی وحدانیت کے قائل ہو جانا، ۲۔ اس کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کرتے رہنا۔ اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ کیوں کہ یہ بہت بڑا گناہ اور ظلم ہے۔ یعنی اقرار توحید اور عمل صالح مطلب کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا صرف اسی کی عبادت کرنا اس کے بتائے ہوئے قوانین پر عمل کرنا اور حدود اللہ سے تجاوز نہ کرنا۔

حقوق العباد: بندوں کے حقوق میں سب سے بڑا رتبہ والدین کا ہے اس لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اکثر مقامات پر اپنی عبادت کے بعد والدین کا تذکرہ فرمایا ہے مثلاً ترجمہ: اور تمھارے رب نے فیصلہ سنایا ہے کہ تم اسی کی بندگی کروگے اور والدین سے اچھائی کرتے رہوگے۔ (سورۃ الاسراء: ۲۳)

والدین کے بعد دوسرے لوگوں سے بھی بھلائی اور حسن سلوک کرنے کا حکم ہے مثلاً: قریبی رشتہ دار، یا دور کے رشتہ داروں کے ساتھ حسب مراتب حسن سلوک کرنا اور ان کے حقوق ادا کرنا۔ ہمیں معاشرتی زندگی میں سب لوگوں کے ساتھ امن و سلامتی اور حسن سلوک سے پیش آنا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی پر شدید وعید بیان کی گئی ہے۔، سماج کے کمزور طبقہ والے افراد جیسے یتیم اور غریب، مسکین، حاجت مند قسم کے لوگ، پھر جن سے اکثر طور پر ملنا جلنا رہتا ہے جیسے قریب اور بعید کے پڑوسی، مسافر، مہمان اور ماتحت رہنے والے غلام، ملازم، نوکر چاکر، رفیق سفر، پیشہ اور کام کے شریک وغیرہ ان تمام کے ساتھ احسان یعنی نیک سلوک اور اچھے برتاؤ اور ان کی دل جوئی کرنا اور ان پر مال خرچ کرنا وغیرہ کا حکم ہے۔ اسی طرح حیوانات کے ساتھ رحم دلی والا رویہ رکھنے کی بھی تاکید کی گئی ہے۔

سرگرمی	طلبہ اپنی زندگی کے واقعات تحریر کریں جن میں انھوں نے کسی کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے۔

آیت نمبر ۱۳: مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ (سورۃ المائدہ: آیت ۳۲)

ترجمہ: اس قتل کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے ذمے یہ بات لکھ دی کہ جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا یعنی بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جو ایک انسان کی جان بچا لے تو گویا اس نے سارے انسانوں کو زندگی دے دی۔ اور ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر روشن دلیلیں لا چکے ہیں، پھر اس کے بعد بھی ان میں بہت سے لوگ ملک میں حد اعتدال سے نکل جاتے ہیں۔

KARACHIEDU.COM

الفاظ اور معانی

کَتَبْنَا: ہم نے لکھا	اَحْیَا: اس نے زندہ کیا
مُسْرِفُوْنَ: حد سے بڑھنے والے	الْبَیِّنٰتِ: کھلی ہدایات

تشریح: اس آیت میں انسانی جان کی حرمت اور حفاظت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ جب بنی اسرائیل میں قتلِ ناحق کا عام رواج شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے قانون بتادیا کہ کسی آدمی کا ناحق قتل کرنا (جس نے کسی کو قتل کیا نہ زمین میں فساد پھیلایا) ایسا ہے کہ گویا پوری انسانیت کو مار دینا ہے اور کسی کی جان بچانا پوری انسانیت کے بچانے کے برابر ہے۔ ناحق قتل سے انسان کی حرمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ اس لیے کہا گیا ہے کہ کوئی شخص قاتل اس وقت بنتا ہے، جب وہ انسانی خون کے رشتے کو توڑ دیتا ہے اور اس کی دل سے بنی نوع انسان سے ہمدردی کا جذبہ نکل جاتا ہے اور اس کے سامنے صرف اپنا مفاد ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں دوسروں کی جان لے لیتا ہے۔ یہ قانون صرف بنی اسرائیل کے لیے نہیں ہے بلکہ تا قیامت بنی نوع انسان کے لیے ہے۔ یہ آیت واضح دلیل ہے کہ اسلام خون ریزی اور فتنہ وفساد کو سخت ناپسند کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو امن و صلح، صبر و تحمل اور بقائے باہمی اور تکرم انسانیت کی تعلیم دیتا ہے۔

آیت نمبر ۱۴۔۱۵: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾ (سورۃ المائدہ: آیت ۳۳، ۳۴)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ بری طرح قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں۔ یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب تیار ہے۔ (۳۳) ہاں! جن لوگوں نے اس سے پیشتر کہ تمھارے قابو آجائیں توبہ کرلی تو جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ (۳۴)

الفاظ اور معانی

یُحَارِبُوْنَ: وہ لڑائی کرتے ہیں	یَسْعَوْنَ: وہ کوشش کرتے ہیں	یُصَلَّبُوْٓا: پھانسی دیے جائیں
تُقَطَّعَ: کاٹی جائے	اَرْجُلُ: پاؤں	یُنْفَوْا: جلاوطن کیے جائیں
خِزْیٌ: رسوائی	تَابُوْا: انھوں نے توبہ کی	تَقْدِرُوْا: تم قابو پاؤ

اس آیت میں "الارض" سے مراد وہ جگہ (ملک، ریاست، علاقہ) ہے جہاں اسلامی حکومت قائم ہو اور جس میں امن امان قائم کرنے کی ذمہ داری اسلامی مملکت کی ہو۔

تشریح: اس آیت مبارکہ میں جرم اور فتنہ وفساد کی ممانعت اور ان فسادی لوگوں کی شرعی سزا کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے قوانین کی بے حرمتی کر کے گویا اس صالح نظام و معاشرہ سے لڑائی کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں، پر امن لوگوں کو اسلحے کے زور پر لوٹتے مارتے اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، سماج کے امن اور سکون کو برباد کرتے ہیں۔ ایسے ظالم اور فسادی قسم کے لوگوں کے لیے اس آیت میں چار قسم کی سزائیں بتائی گئی ہیں۔ ان کو قتل کیا جائے یا سُولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا جلاوطن کر دے جائیں۔

یہ سزائیں اجمالی طور پر بیان کی گئیں ہیں، تاکہ قاضی یا حاکم اپنے اجتہاد سے ہر جرم کو اس کے جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اسلامی حکومت کے اندر قتل و غارت، ڈاکہ زنی اور اسلامی حکومت کے خلاف یا بغاوت کرنا یا ہر قسم کا فتنہ وفساد کرنا بدترین جرائم ہیں۔ اور مجرم کو انتہائی سزاؤں میں سے کوئی بھی سزا دی جا سکتی ہے۔

جرم سے توبہ تائب ہونا: دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی فسادی اور ظالم حکومت کی گرفتاری سے پہلے توبہ تائب ہوتا ہے تو یہ شرعی سزائیں جو حقوق اللہ میں سے ہیں، اس پر سے ساقط ہو جائیں گی، البتہ حقوق العباد کے تحت ان کا معاملہ حق داروں سے ہی طے کرنا ضروری ہے یعنی لوٹا ہوا مال اس کو واپس کرنا ہوگا یا اس کا تاوان دینا ہوگا، اور اگر قتل یا زخمی کیا ہے تو ورثاء قصاص یا دیت (خون بہا) پر راضی ہو جائیں یا اس کو معاف کر دیں، تو اس کی جان بخشی ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔

سرگرمی	"توبہ سے حقوق اللہ یا حقوق العباد کی معافی" کی وضاحت استاد یا عالم دین کی مدد سے کروائیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر کریں:

ا۔ مندرجہ ذیل آیات میں سے کسی بھی دو آیات کا ترجمہ تحریر کریں:

- یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَكُمۡ بَیۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡكُمۡ ۟ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِیۡمًا۔

KARACHIEDU.COM

- وَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ بِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ الۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡجَارِ الۡجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا۔
- مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِکَ ۚۛ کَتَبۡنَا عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَنَّہٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ وَ مَنۡ اَحۡیَاہَا فَکَاَنَّمَاۤ اَحۡیَا النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ وَ لَقَدۡ جَآءَتۡہُمۡ رُسُلُنَا بِالۡبَیِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ بَعۡدَ ذٰلِکَ فِی الۡاَرۡضِ لَمُسۡرِفُوۡنَ۔

۲۔ ایک انسان کے ناحق قتل کو پوری انسانیت کا قتل کیوں قرار دیا گیا ہے؟

۳۔ قرآن کریم میں امن عامہ میں خلل ڈالنے والوں کے لیے کون سی سزائیں مقرر کی گئی ہیں؟

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ کی معانی تحریر کریں:

لَا تَاْکُلُوْٓا	مُخْتَالًا	مُسْرِفُوْنَ	خِزْیٌ	تَقْدِرُوْا

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ یتیم کے مال کی حفاظت کیوں ضروری ہے؟

۲۔ "اور اپنے آپ کو قتل مت کرو" کا مفہوم تحریر کریں۔

۳۔ مال حاصل کرنے کے ناجائز طریقے کون سے ہیں؟

(د) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر " ✓ " کا نشان لگائیں:

۱۔ آمدنی کا ناجائز طریقہ ہے:

(الف) زراعت (ب) صنعت

(ج) تجارت (د) رشوت

۲۔ حقوق العباد سے مراد ہیں:

(الف) اللہ تعالیٰ کے حقوق (ب) انسانوں کے حقوق

(ج) حیوانات کے حقوق (د) نباتات کے حقوق

۳۔ ابن السبیل سے مراد ہے:

(الف) فقیر (ب) مسکین

(ج) مسافر (د) ہمسایہ

KARACHIEDU.COM

۴۔ بے گناہ کو قتل کرنا گویا قتل کرنا ہے:

(الف) پوری کائنات کو
(ب) پوری انسانیت کو
(ج) پوری حیوانیت کو
(د) پورے خاندان کو

KARACHIEDU.COM

آیت نمبر ۱۶: قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﰳ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۠ ﴿۲۴﴾ (سورۃ التوبہ: آیت ۲۴)

ترجمہ: (اے پیغمبر) کہہ دیجیے کہ اگر تمھارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور خاندان والے اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس میں مندی سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمھیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھیرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم یعنی عذاب بھیجے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

الفاظ اور معانی		
عَشِيْرَتُكُمْ: خاندان تمھارا	اقْتَرَفْتُمْ: کمایا تم نے	تَخْشَوْنَ: تم ڈرتے ہو
كَسَادَ: مندا ہونا	مَسٰكِنُ: گھر	تَرَبَّصُوْا: انتظار کرو

تشریح: اس آیت میں ہر قسم کی رشتہ داریوں اور تعلقات کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، اللہ تعالیٰ اور حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا دنیا کی ہر چیز سے مقدم ہے۔ ایمان دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے، جس کے باعث نہ صرف انسان دنیا میں فائدہ حاصل کرتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آخرت کے لیے بھی تیاری ہوتی رہتی ہے۔ مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی محبت و اطاعت اور جہاد فی سبیل اللہ کو بڑی شان اور عظمت سے بیان فرمایا ہے مثلاً:

- جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیا، اللہ کے یہاں ان کا بہت بڑا مرتبہ ہے اور وہی کامیاب لوگ ہیں۔
- اے ایمان والو! تمھارے والدین، تمھاری اولاد، بیویاں و دیگر رشتہ دار اور مال و جائداد یہ سب اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب نہیں ہونے چاہییں اور والدین و دیگر رشتہ داروں کی محبت تمہیں راہ حق پر چلنے پر رکاوٹ نہ بنیں، اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ محبوب نہیں رکھتا ہے تو پھر وہ اللہ کی ناراضگی سے بچ نہیں سکے گا۔

KARACHIDOTCOM

سرگرمی جہاد کی اہمیت وضرورت پر باہمی مذاکرہ کے بعد طلبہ سے نکات کی صورت میں تحریر کروائیں۔

آیت نمبر ۱۷: هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

(سورۃ التوبہ:۳۳)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس دین کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

الفاظ اور معانی		
اَرْسَلَ: اس نے بھیجا	لِیُظْهِرَهٗ: تا کہ غالب کرے اس کو	كَرِهَ: اس نے ناپسند کیا

تشریح: اس آیت میں حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی بعثت کا مقصد، ہدایت اور دین اسلام کا مقام اور اس کی اہمیت اور غلبہ وبرتری کی خبر اور وعدہ بیان کیا گیا ہے اور یہ خوشخبری اس وقت دی گئی تھی، جب مسلمان بہت کمزور تھے اور بظاہر کسی غلبہ کی امید نہ تھی، بتایا گیا کہ اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔(آل عمران:۱۹)

حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی بعثت کے جو مقاصد قرآن مجید واحادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک مقصد اس آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو ہدایت اور دین برحق دے کر اس لیے بھیجا ہے کہ آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کریں، اگرچہ کفار ومشرکوں کو یہ بات ناپسند لگتی ہو۔

چنانچہ اس غلبہ سے دو طرح کا غلبہ مراد ہے:

۱. **معقولیت اور دلیل وحجت کا غلبہ:** جس کا مطلب یہ ہے کہ نظریاتی وعلمی مباحث کے ذریعہ دیگر مذاہب کے لوگ مغلوب ہو کر اسلام کی برتری کا اقرار کریں اور اس قسم کا غلبہ تو ہر زمانہ میں موجود رہا ہے۔

۲. **سلطنت اور حکومت کا غلبہ:** اس اعتبار سے کہ کسی مملکت میں یا پوری دنیا میں صرف دین اسلام ہی غالب ہو دیگر ادیان کو کوئی بالادستی حاصل نہ ہو، اس قسم کا غلبہ آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

KARACHIEDU.COM

کے دور میں اسلام کو حاصل رہا کہ سرزمینِ عرب میں اسلام سربلند ہوا دنیا کی سپر پاور سلطنتیں روم و فارس مغلوب ہو گئیں اور پوری دنیا دین اسلام کے نور سے منور ہو گئی۔

لہٰذا ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا اتباع اور اصول اسلام کی پاسداری اور دین حق کے غلبے کے لیے کام کریں یہ سب کا دینی فریضہ ہے اور اسی میں فلاح دارین ہے۔

سرگرمی ”موجودہ دور میں غلبہ دین کے لیے تجاویز“ باہمی مکالمہ کے بعد نکات کی صورت میں طلبہ سے تحریر کروائیں۔

آیت نمبر ۱۸۔۱۹: اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ (سورۃ الحج: آیت ۳۹، ۴۰)

ترجمہ: جن مسلمانوں سے خوامخواہ لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے کہ وہ بھی لڑیں کیوں کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور اللہ ان کی مدد کرے گا وہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ (۳۹) یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے انھوں نے کچھ قصور نہیں کیا ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے گرائی جا چکی ہوتیں۔ اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔ بیشک اللہ قوی اور غالب ہے۔ (۴۰)

الفاظ اور معانی		
اُذِنَ: اجازت دی گئی	اُخْرِجُوْا: وہ نکالے گئے	دِيَارِ: گھر
دَفْعُ: روکنا	هُدِّمَتْ: مسمار کی گئی	صَوَامِعُ: خانقاہیں
بِيَعٌ: کلیسائیں	صَلَوٰتٌ: عبادت گاہیں	نَصْرِ: مدد / فتح

تشریح: ان آیات میں اذن جہاد، مسلمانوں کی امداد کا وعدہ اور مہاجرین کی ہمت افزائی اور قتال کی حکمت کو بیان کیا گیا ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے مکہ مکرمہ میں اعلانِ نبوت سے لے کر ہجرتِ مدینہ تک کے تیرہ برس مسلمانوں اور خود حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے لیے نہایت صبر آزما اور مشکلات والے تھے، جہاں پر تکلیفوں اور سختیوں پر ردِ عمل کی بجائے صبر و ضبط کا حکم تھا اور کسی قسم کی جوابی کاروائی سے روکا جاتا رہا، مگر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اسلامی مملکت کے قیام کے فوراً بعد مسلمانوں کو پہلی ہجری میں ہی اپنی مدافعت کے لیے کفار کا مقابلہ اور

مظلومیت کے خاتمہ، دیگر ادیان پر غلبہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنے کی اجازت مل گئی۔ جس کا تذکرہ سورۃ الحج کی آیت نمبر ۳۸ سے ہوتا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ: اسلام کے دشمن ظالم لوگوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ مومنوں کا دفاع کرے گا، مظلوم مسلمانوں کو جہاد کرنے کی اجازت دی جاتی ہے، جن کو زیادتی کا نشانہ بنا کر صرف اس لیے گھروں سے بے گھر کیا گیا کہ وہ ایک معبود کو مانتے ہیں ان کو جہاد کی اس لیے اجازت دی گئی تاکہ لوگوں کے جان، مال، عزت و ناموس، دین اور عبادت گاہوں کا تقدس فسادی لوگوں کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ اور مظلوم لوگوں کی مدد اور دادرسی کی جائے۔

ان آیات میں جہاد کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ جتنے انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں آئے انھوں نے اپنی اُمتوں کو صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کی بندگی کی تعلیم دی اور اقامت دین کے لیے بہت کوششیں کیں اور اس کے لیے عبادت گاہیں بنوائیں مثلاً: عیسائیت میں خانقاہیں / صومعہ، کلیسا / بیعہ۔ یہودی مذہب میں عبادت کے لیے صلوات اور اسلام میں مساجد بنائی گئیں۔ جو لوگ ان آسمانی مذاہب کے مخالف تھے وہ ان کی عبادت گاہوں کے منہدم کرنے کی مہم میں تھے، اس لیے جہاد کے ذریعہ ان کا دفاع کیا جائے۔ پھر مظلوموں کی دادرسی کرنا، فسادیوں اور ناشکرے اور عہد شکنی کرنے والے لوگوں کو سزا دینا، دنیا میں امن و سکون لانا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کوشش کرنا بھی جہاد کی حکمتوں میں شامل ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اعلاء کلمۃ اللہ، امن امان قائم کرنے اور مظلوموں کی مدد اور دادرسی کے لیے ہر وقت جہاد کے لیے تیار رہیں۔ تاکہ فلاح دارین حاصل کر سکیں۔

آیت نمبر ۲۰: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ (سورۃ الحج: آیت ۴۱)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں حکومت دے دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

الفاظ اور معانی		
مَّكَّنّٰا: ہم نے جگہ دی	اَقَامُوا: قائم کریں	الْمَعْرُوْفِ: نیک کام
الْمُنْكَرِ: بُرا کام	عَاقِبَةُ: انجام	الْاُمُوْرِ: معاملات

تشریح: اس آیت میں مہاجرین کی فضیلت، ان کے اقتدار کی پیشن گوئی، اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں اور دین کے مددگاروں کی صفات و خصوصیات کا ذکر ہے۔ اگر ان کو حکومت ملے تو ایمان، عمل صالح، عبادت گزاری، شرک سے پرہیز،

KASHIFEDU.COM

دین حق کے غلبہ کے لیے جدوجہد اور خوف وخطرہ میں ثابت قدم ہوں۔ نیز نماز اور زکواۃ کی پابندی کریں۔ اپنے اختیارات نیکی کو پھیلانے اور بدی کو مٹانے میں استعمال کریں۔

مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا، جس کے لیے میثاقِ مدینہ کے نام سے پہلا آئین اور دستور بنایا گیا، جس کے مطابق حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اس کے سربراہ اور رعیت کے درمیان صلح صفائی کرانے کے ذمہ دار قرار پائے، اس طرح رعایا کو امن وسکون فراہم کرنا، ان کی تعلیم، صحت اور معاش کا انتظام کرنا بھی ریاست کی ذمہ داریوں میں شامل رہا، چنانچہ آیت مذکورہ میں ان باتوں کی تاکید کی گئی ہے، کہ جب ایمان والوں کو زمین میں حکومت واختیار حاصل ہو تو ان کو مندرجہ ذیل باتوں پر خاص طور پر دھیان دینا چاہیے:

نماز قائم کرنا: نماز دین کا ایک اہم رکن اور عبادت ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو جائے اور تزکیہ نفس حاصل ہو جائے۔

زکواۃ ادا کرنا: زکواۃ کا تعلق براہ راست سماج کی معاشیات سے ہے، اس لیے ریاست کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ معاش کے وسائل پیدا کرے اور لوگوں کی ضروریات کے لیے مناسب انتظامات کرے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر: معروف کی معنی ہے ایسی نیکی اور بھلائی والے کام جسے سب اچھا سمجھتے ہوں۔ منکر کی معنی ہے ہر قسم کی بدی یا برائی جسے سب برا اور ناپسندیدہ سمجھیں۔ سماج میں اچھے کاموں کو فروغ دیا جائے اور ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جائے جو معاشرہ کے لیے کارآمد ثابت ہوں، اسی طرح جن لوگوں سے معاشرہ کے بگاڑ اور فساد کا اندیشہ ہو ان لوگوں کو بدی اور بُرائی فسق وفجور اور تکبر وغرور سے روکنا، اور ان کے لیے سزائیں اور قوانین نافذ کیے جائیں تاکہ معاشرے میں امن وسکون کا دور دورہ ہو۔

سرگرمی	"اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں" پر بحث ومباحثہ کے بعد اہم نکات طلبہ تحریر کروائیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کریں:

ا۔ مندرجہ ذیل آیات میں کسی بھی دو آیات کا ترجمہ تحریر کریں:

- هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔
- اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ۔
- اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔

KARACHIEDU.COM

۲۔ سورۃ الحج کی آیت ۴۱ میں اسلامی سلطنت کے مقاصد و اہداف اور خوبیاں تحریر کریں۔

۳۔ سورۃ التوبہ کی آیت ۲۴ کی روشنی میں ایک سچے مومن کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ) سے کرنی چاہیے۔ وضاحت کریں۔

۴۔ غلبہ اقتدار ملنے کے بعد مسلمان حکمرانوں کے فرائض کیا ہوں گے؟ وضاحت کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ کی معانی تحریر کریں:

اقْتَرَفْتُمُ	كَرِهَ	صَوَامِعُ	بِيَعٌ	مَّكَّنّٰا

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

ا۔ اللہ تعالیٰ اور حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے محبت کا معیار کیا ہونا چاہیے؟

۲۔ قرآن مجید میں اذن قتال کی حکمت کیا بتائی گئی ہے؟

۳۔ مکی دور میں مسلمانوں کی حالت کیا تھی؟

۴۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کیا مراد ہے؟

۵۔ اللہ تعالیٰ سے مدد ملنے کی چند صورتیں تحریر کریں۔

(د) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر "✓" کا نشان لگائیں:

ا۔ "بِيَعٌ" عبادت گاہ ہے:

(الف) ہندوؤں کی　　(ب) عیسائیوں کی

(ج) سکھوں کی　　(د) یہودیوں کی

۲۔ مسلمانوں کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی وجہ تھی:

(الف) بے روزگاری　　(ب) قحط سالی

(ج) شدید گرم موسم　　(د) کفار مکہ کے مظالم

۳۔ مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی:

(الف) مجبوری کی حالت میں　　(ب) خوشی کی حالت میں

(ج) پریشانی کی حالت میں　　(د) غصہ کی حالت میں

KARACHIEDU.COM

۴۔ مسلمانوں پر کفارِ مکہ کے مظالم کی وجہ تھی:

(الف) قومی دشمنی (ب) خاندانی دشمنی

(ج) سیاسی دشمنی (د) مذہبی دشمنی

۵۔ اقامت صلٰوۃ وایتاء زکوٰۃ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اہتمام کرنے کی ذمہ داری ہے:

(الف) علماء کی (ب) حکمرانوں کی

(ج) مجاہدین کی (د) اساتذہ کی

KARACHIEDU.COM

(الف) حدیث و سنت کا تعارف اور عملی زندگی پر اس کے اثرات

حاصلاتِ تعلم

- حدیث و سنت کا مفہوم اور ان کی اہمیت بیان کر سکیں۔
- حدیث و سنت کا فرق بیان کر سکیں۔
- حدیث و سنت کے عملی زندگی پر اثرات بیان کر سکیں۔

حدیث: لفظ "حدیث" کے لغوی معنی خبر، بات چیت اور نئی چیز کے ہیں۔ اصطلاح میں سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے قول، فعل (کام) اور تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے، اسی طرح حدیث کو "خبر" اور "سنت" بھی کہا جاتا ہے۔ جب کہ حضور اکرم صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے ہم تک جن لوگوں نے یہ احادیث بیان کی ہیں ان کو "راوی" اور راویوں کے سلسلے کو "سندِ حدیث" کہا جاتا ہے اور حدیث کی عبارت کو "متن" کہا جاتا ہے۔

حدیث کی اقسام: حدیث کی چار قسمیں ہیں (۱) حدیث قولی (۲) حدیث فعلی (۳) حدیث تقریری (۴) حدیث قدسی۔

حدیثِ قولی: حدیثِ قولی کا مطلب ہے جس میں حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے کسی قول یا فرمان کو بیان کیا جائے جو آپ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنی زبان مبارک سے اس طرح فرمایا ہے۔ جیسا کہ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اَفْشُوا السَّلَامَ سلام کو عام کرو۔ (سنن ترمذی، حدیث: ۱۸۵۴)

حدیثِ فعلی: حدیث فعلی کا مطلب ہے جس میں حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے کسی اختیار کردہ عمل اور طریقہ کو بیان کیا گیا ہو کہ آپ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اس طرح کیا۔ جیسا کہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: حضور اکرم صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بکری کا دودھ نکال کر نوش فرمایا اور پھر پانی سے کلی کی (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۹۹)

حدیثِ تقریری: حدیث تقریری کا مطلب ہے جس میں کسی صحابی نے حضور اکرم صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی موجودگی میں کوئی کام سر انجام دیا یا جس کام کا آپ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو علم ہوا لیکن آپ صَلَّى اللہُ

KARACHIEDU.COM

عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اس کو اس کام سے نہ منع فرمایا، نہ ہی اس کی تعریف کی بلکہ سکوت فرمایا یا آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اجازت دی یا اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا ہو۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرا ایک چھوٹا بھائی " ابو عمیر " تھا جس نے بلبل پال رکھا تھا اور وہ اس سے کھیلا کرتا تھا حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ہمارے گھر میں اکثر آتے رہتے تھے لیکن آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے کبھی اس بلبل کو پالنے اور قید رکھنے سے منع نہیں فرمایا۔ (صحیح بخاری:٦١٢٩، صحیح مسلم:٢١٥٠)

حدیثِ قدسی: حدیث قدسی کا مطلب ہے جس میں معنی اور مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور الفاظ سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ: اَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ اُنْفِقْ عَلَيْكَ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اولادِ آدم! تم (میرے بندوں) پر خرچ کرو تو میں تمھارے اوپر خرچ کروں گا۔ (صحیح بخاری: ٥٣٥٢)۔

سنت: "سنت" کے لغوی معنی "طریقہ" اور "راستہ" کے ہیں۔ اصطلاح میں حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی زندگی گزارنے کے اختیار کردہ طریقہ کو کہا جاتا ہے اور اس عمل کو نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بار بار کیا ہو۔ سنت کو قرآن کریم نے "اسوہ حسنہ" کے نام سے بیان کیا ہے۔

حدیث و سنت کی اہمیت: اسلام میں جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید پر یقین کامل رکھنا ضروری ہے اسی طرح حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان لانا بھی اہم ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے اسوہ حسنہ کو سب سے بہتر نمونۂ عمل سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات پورے کیے جائیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: تمھارے لیے پیغمبر کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے (سورۃ الاحزاب:٢١)۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی مبارک ہستی ہمارے لیے ہر وقت مشعل راہ اور نمونۂ عمل ہے، ہماری فلاح تب ممکن ہے جب ہم اپنی سیرت و کردار و عمل کو آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے اسوۂ حسنہ میں ڈھال لیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی ہدایات و تعلیمات کو اپنائیں، یہ ہدایات حدیث و سنت کی شکل میں موجود ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (سورۃ الحشر:٧) ترجمہ: اور رسول اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تمھیں جو بھی دیں وہ لے لو، اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔ اس آیت کریمہ میں حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے تمام احکامات و تعلیمات کو قبول کرنے اور منع کردہ

KARACHIEDU.COM

چیزوں سے رک جانے کا امت کو واضح حکم ہے۔ ایک حدیث میں حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ترجمہ: جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما، اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ (حلیۃ الاولیاء للاصبہانی، ج۸، ص۲۰۰)

حدیث و سنت کی ہماری زندگیوں میں اس لیے بھی بہت اہمیت ہے کہ سنت و حدیث ہی حقیقت میں احکامات قرآن کی توضیح اور تشریح ہیں، چنانچہ قرآنِ کریم میں بے شمار ایسے احکامات ہیں جن کا تعین، تشریح نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے بغیر ناممکن ہے مثلاً: نماز کی رکعات کی تعداد اور ارکان و سنن و تسبیحات وغیرہ۔ روزہ کی حالت میں کن چیزوں سے بچنا چاہیے، زکوٰۃ کا نصاب اور اموالِ زکوۃ سے کیا مراد ہے۔ حج کے مناسک کس طرح ادا کرنے چاہییں؟ ان تمام عبادتوں کو اپنی زندگی میں عملی طور پر کیسے ادا کیا جائے؟ ان کے جوابات ہمیں صرف و صرف حدیث و سنتِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور حیاتِ طیبہ کے ذریعہ معلوم ہو سکتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اور اتباع سنت میں سب سے بڑھ کر تھے، ان کو یہ بات بہت پسند تھی کہ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سفر میں ہوں یا حضر میں، کہاں اور کس انداز سے اپنے کام سرانجام دیتے ہیں، چنانچہ وہ بھی اسی کام کو اسی انداز سے ادا کرتے اور سنتِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کرتے تھے۔

حدیث اور سنت کا فرق: "حدیث" اور "سنت" کم و بیش ایک ہی مفہوم کو ظاہر کرتی ہیں صرف معمولی سا فرق ہے۔ یعنی حدیث عموماً قول کے لیے اور سنت فعل و عمل کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

قرآن و سنت کا باہمی تعلق: قرآن مجید "متن" کی حیثیت رکھتا ہے اور سنت و حدیث "شرح" کی حیثیت رکھتے ہیں اور حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو قرآن مجید کا مبلغ، شارح اور معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ پیغمبر کا صرف یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ احکام الٰہی لوگوں کو زبانی سنا دیں، بلکہ ان کے فرائض منصبی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ ان احکام خداوندی کے مفاہیم اور فوائد و حکمتوں کو بیان کرتے ہوئے ان کی عملی تشریح بھی امت کے سامنے پیش کر کے دکھائیں۔ اور اس صراط مستقیم پر خود چل کر عملی نمونہ لوگوں کو سمجھائیں۔ تاکہ لوگ احکام الٰہی کی تعمیل میں کسی قسم کی کمی و کوتاہی سے بچ جائیں۔

حدیث و سنت کے عملی زندگی پر اثرات: انسانی زندگی پر حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت کے نہایت اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں، جو سنت نبوی کے لازمی نتائج شمار ہوں گے۔ چنانچہ ذیل میں کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں:

KARACHIEDU.COM

- آدمی اپنی ضروریات اور اعمال کو بہر حال پورا کرنے کی جدوجہد کرتا ہے، پس اگر ان اعمال میں سنت نبوی کا اہتمام ہو گا تو یہ اعمال عبادت شمار ہوں گے۔ مثلاً: کھانا پینا انسان کی ضرورت ہے، اگر سنت کی نیت سے باادب ہو کر دستر خوان پر اکٹھے بیٹھ کر اجتماعی کھانے کا اہتمام کیا جائے تو یہ کھانا بھی عبادت ہے۔
- سنتِ نبوی کے اہتمام سے انسانی صحت اور ماحول کی بہتری کا سامان میسر ہو گا، کیوں کہ سنت نبوی حلال و پسندیدہ چیزوں کے استعمال کرنے اور پاکیزگی وصفائی کا درس دیتی ہے جس سے تمام بیماریوں کا سدباب ہو گا۔
- سنت نبوی کی پیروی اختلافات کو دور کرتے ہوئے اتحاد و یکجہتی پیدا کرتی ہے، تمام لوگوں کو عملی زندگی گزارنے کا مشترکہ دستور ملنے سے ان میں نا اتفاقی کا رجحان کمزور پڑ جاتا ہے۔
- سنت نبوی کے اتباع سے باطل اور شیطانی راہوں کی روک تھام ہوتی ہے، حق اور نیکی کے ماحول کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ جس سے تمام سماجی اور اخلاقی برائیوں کا سدباب ہوتا ہے۔
- بہت سارے مسائل میں سائنس نے بھی سنت کی تائید کی ہے اگرچہ سنت کو سائنس کی تائید کی ضرورت نہیں ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات

- ہمارے موجودہ ماحول میں سنت نبوی کے ہماری عملی زندگی میں کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ استاد کی نگرانی میں نکات تحریر کریں۔
- حدیث قولی، فعلی، تقریری اور قدسی کی تعریف مثالوں کے ساتھ شیٹ پر لکھ کر کلاس میں آویزاں کریں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ حدیث وسنت پر مضمون تحریر کریں۔

۲۔ حدیث کی اقسام پر نوٹ تحریر کریں۔

۳۔ ہماری زندگی پر سنت سے مرتب ہونے والے اثرات پر نوٹ تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ سنت سے کیا مراد ہے؟ قرآن کریم کی روشنی میں تحریر کریں؟

۲۔ حدیث کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں۔

KARACHIURDU.COM

۳۔ سنت کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

۴۔ "اسوہ" کس زبان کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی کیا ہیں؟

۵۔ متن حدیث کسے کہتے ہیں۔

۶۔ سند حدیث کی تشریح کریں۔

۷۔ "راوی" سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کریں۔

۸۔ حدیث "جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے" وضاحت کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ سنت کے لغوی معنی ہیں:

(الف) بات چیت (ب) قانون

(ج) رسم ورواج (د) طریقہ

۲۔ مفہوم اللہ تعالیٰ کا اور الفاظ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ہوں تو وہ حدیث کہلاتی ہے:

(الف) تقریری (ب) فعلی

(ج) قولی (د) قدسی

۳۔ حدیث کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے لفظ:

(الف) سنت (ب) عقل

(ج) قیاس (د) اجماع

ہدایات برائے اساتذہ کرام

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ طلبہ وطالبات میں سنت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور جدید سائنس کے عنوان پر کلاس میں تقریری مقابلہ کروائیں۔

KARACHIEDU.COM

(ب) ۱۔ منتخب احادیث کا ترجمہ و تشریح: حدیث ۱ تا ۵

حدیث (۱): خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۵۰۲۷)

ترجمہ: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

تشریح: اس حدیث میں قرآن مجید کے پڑھنے اور پڑھانے والے (معلم و متعلم) کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم اللہ جل جلالہ کی آخری مقدس کتاب ہے جو حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہوئی، جو کہ انسانوں کے لیے تا قیامت ضابطہ حیات ہے۔ یہ وہ مبارک کتاب ہے، جس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے، جس طرح تمام عالم میں اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے، اسی طرح تمام کلام و کتب میں قرآن کریم اعلیٰ اور اتم ہے، اس میں ہمارے نفع و نقصان اور فوز و فلاح کی سب باتیں لکھی ہوئی ہیں، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن کریم کو اخلاص کے ساتھ پڑھیں جس کے ساتھ فہم و تدبر اور غور و فکر بھی ہو، دوسروں کو قرآن کریم کی تعلیم دیں، اس کی دعوت کو لوگوں تک پہنچائیں۔ اور خود عمل کریں اس کے مطابق عمل کرنے میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

حدیث (۲): اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ (سنن الترمذی، حدیث: ۳۳۸۳)

ترجمہ: سب سے بہتر ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ہے، اور سب سے بہتر دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ذکر و دعا کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ''ذکر اللہ'' اپنے وسیع معنی کے لحاظ سے نماز، تلاوت قرآن اور دعا و استغفار سب کو شامل ہے۔ لیکن مخصوص عرف و اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس، توحید و تمجید، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کی صفات کمال کے بیان کرنے کو ''ذکر اللہ'' کہا جاتا ہے۔ ''دعا'' کسی کم تر کا اپنے برتر سے کچھ مانگنا اور مانگنے پر اظہار عاجزی کرنا دعا کہلاتا ہے، دعا سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق مانتے ہوئے اس کی بارگاہ میں التجا کرنا اور درخواست پیش کرنا۔ دعا حصول مقصد کا ایک وسیلہ ہے یعنی بندہ جس طرح اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لیے دوسری محنتیں اور کوششیں کرتا ہے اسی طرح کی ایک کوشش دعا بھی ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا کلمہ صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کو معبود ماننے کی تلقین کرتا ہے اس لیے اس کو "کلمہ توحید اور کلمہ ایمان" کہا جاتا ہے۔ تمام اذکار میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو افضل ذکر اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ کلمات تمام صفات کمال کا جامع اور عظمت و کبریائی میں برتر ہیں۔ باطن کی تطہیر اور قلب کو ہر طرف سے موڑ کر اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنے میں سب سے زیادہ مؤثر ہیں۔ نیز اس کو دل کے یقین اور سچائی کے ساتھ اقرار و اعتراف کرنے کے باعث آدمی اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور جنت میں داخل ہونے کا حق دار بن جاتا ہے۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" یہ بھی اگرچہ ذکر کا کلمہ ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک دعا بھی ہے کیوں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کی برکت اور تاثیر سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور گناہ مٹ جاتے ہیں۔ چونکہ ذکر و دعا اللہ تعالیٰ کے قرب خصوصی کے حصول کا ذریعہ ہیں لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں ذکر و دعا کا عنصر غالب اور نمایاں کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب خصوصی حاصل کر سکیں۔

حدیث (۳): مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ۔ (سنن ابی داؤد، حدیث:۴۶۸۱)

ترجمہ: جس شخص نے کسی سے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھا، اللہ ہی کے لیے دیا، اور اللہ ہی کے لیے روکا، پس بیشک اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔

تشریح: اس حدیث میں حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بندہ مومن کے لیے ایسے چار اصول بتائے ہیں جو تکمیلِ ایمان کا باعث ہیں۔ محبت کرنا اور بغض رکھنا دونوں فطری عمل ہیں، لیکن دونوں کا تعلق دل سے ہوتا ہے، اسی طرح لوگوں کو مالی فائدہ پہنچانا اور کچھ دینا یا محروم رکھنا، اعضاء ظاہری کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو کہ انسان کا ظاہر ہے۔ اس لیے حدیث مبارکہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کامل مومن اس وقت بنتا ہے جب اس کے باطنی اعمال اور ظاہری اعمال خالص اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کے لیے ہوں، ان میں ریاء اور دکھاوے کی آمیزش نہ ہو اور دل خود غرضی سے پاک ہو، پھر خاص طور پر محبت، عداوت اور انفاق فی سبیل اللہ میں اللہ تعالیٰ کی منشا اور رضا کا لحاظ ضرور رکھنا چاہیے۔ یہی کامل ایمان کی نشانی ہے۔

حدیث (۴): اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً۔ (سنن الترمذی، حدیث:۴۸۴)

ترجمہ: قیامت کے دن لوگوں میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جو کہ مجھ پر سب سے زیادہ درود شریف بھیجنے والا ہو گا۔

KARACHI.COM

تشریح: اس حدیث میں درود شریف کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا وجود مسعود ہم تمام انسانوں کے لیے باعثِ برکت اور سعادت مندی ہے۔ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ہی کی بدولت ہمیں دینِ اسلام کی پہچان ملی۔ درود شریف اور سلام اصل میں ایک تحفہ ہے، جس کو مسلمان اپنے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں کی جانے والی بہت اعلیٰ درجہ کی دعا ہے جو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ذات پاک سے اپنی ایمانی وابستگی اور محبت کے اظہار کے لیے آپ کے حق میں کی جاتی ہے۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے بے انتہا محبت کریں، آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت اور سنت پر عمل کریں اور آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کریں اور آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے حضور میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیاز مندی کا نذرانہ پیش کریں اور آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے لیے کثرت سے "درود شریف" پڑھنے کا اہتمام کریں تاکہ ہمیں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا روحانی قرب حاصل ہو اور حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت کے بھی حقدار ہو جائیں۔

سرگرمی	دورد شریف کے فضائل پر تقریر کروائیں۔

حدیث (۵): لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (صحیح البخاری، حدیث:۱۵)

ترجمہ: تم میں سے کسی کا بھی ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو گا جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے پیارا اور محبوب نہ ہو جاؤں۔

تشریح: اس حدیث میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کو علامت ایمان بتایا گیا ہے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کرنے میں تمام اقسام کی محبتیں جو ماں باپ اور بیوی بچوں کی محبت کی طرح ہوتی ہیں، دوسرے طبعی اسباب یا نفسانی اسباب کی وجہ سے ہوتی ہیں سب شامل ہیں یعنی حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ اختیاری محبت رکھ کر جب تک بندہ اپنی خواہشات، اپنی مرضی، اپنا مال، اولاد اور اپنی جان بھی اللہ تعالیٰ اور آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے احکامات کے سامنے قربان نہ کر دے اس وقت تک وہ کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس بات کی توثیق آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک اور حدیث سے بھی

KAKSHIEDU.COM

ہوتی ہے، جس میں آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: "تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس شریعت کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لا کر آیا ہوں"۔

(شرح السنۃ للبغوی، ج۱، ص ۲۱۲۔۲۱۳)

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ مندرجہ ذیل احادیث کا ترجمہ تحریر کریں۔

- خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ۔
- اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً۔

۲۔ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ کی تشریح تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ ذکر اللہ سے کیا مراد ہے؟ تحریر کریں۔

۲۔ تکمیل ایمان کے چار اصول بیان کریں۔

۳۔ لا الہ الا اللہ کو افضل ذکر کیوں کہا گیا ہے؟

۴۔ دعا سے کیا مراد ہے؟

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ حدیث میں افضل ذکر کہا گیا ہے:

(الف) سبحان اللہ کو　　(ب) الحمد للہ کو

(ج) اللہ اکبر کو　　(د) لا الہ الا اللہ کو

۲۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں "التجا کرنا" کہلاتا ہے:

(الف) حمد　　(ب) ذکر

(ج) دعا　　(د) صلوٰۃ

۳۔ اطمینان قلب کا ذریعہ ہے:

(الف) شکر　　(ب) صبر

(ج) ذکر　　(د) سخا

KARACHIEDU.COM

حدیث (۶): طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۲۲۴)

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

تشریح: اس حدیث میں علم کی اہمیت و فضیلت بتائی گئی ہے۔ موجودہ دور میں ہر قسم کی معلومات جاننے اور ہر طرح کے علوم و فنون کے بارے میں دسترس رکھنے کو "علم" سے تعبیر کیا جاتا ہے، البتہ ابتدائے اسلام میں "علم" سے خاص طور پر قرآن و حدیث کا علم مراد لیا جاتا تھا، جس کے ذریعے اپنے خالق و مالک کا قرب حاصل ہو سکے اور ہر اچھے اور برے کی پہچان ہو سکے تاکہ اعمال صالحہ کے بجالانے کی کوشش کی جا سکے اور معاصی سے اجتناب کیا جا سکے۔

علم کی دو حیثیتیں ہیں:

(۱) فرض عین: ہر آدمی چاہے مرد ہو یا عورت کو اتنا علم سیکھنا ہے، جس کے ذریعہ وہ عقیدہ کی ضروری باتیں، حلال و حرام، پاک و ناپاک اور اپنی ذمہ داریوں کی پہچان کر سکے۔

(۲) فرض کفایہ: دین کا مکمل علم حاصل کرنا اور دنیاوی علوم و فنون کا حصول فرض کفایہ ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں انفرادی اور اجتماعی طور پر علم کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں تاکہ وہ آئندہ کے نسلوں کی تربیت اسلامی خطوط پر کریں تاکہ اسلام کا مطلوب صالح معاشرہ تکمیل پا سکے۔

لہٰذا ہمیں علم حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اس کے ذریعہ مفید اشیاء کو حاصل کریں اور مضر چیزوں سے اجتناب کریں تاکہ فلاح دارین حاصل کر سکیں۔

حدیث (۷): اَلصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّیْنِ۔ (الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ للسیوطی، ح:۲۸۰)

ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے۔

تشریح: اس حدیث میں نماز کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے اور نماز کو دین کا ستون قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں "اَلصَّلَاةُ" کا لفظ "درود شریف" اور "نماز پڑھنے" کے لیے استعمال ہوا ہے، تاہم نماز کے معنی میں سب سے زیادہ آیا

KARACHIEDU.COM

ہے، ہر عاقل بالغ، مسلمان مرد اور عورت پر پانچ وقت کی نماز ادا کرنا فرض ہے۔ نماز کے ذریعہ بندہ کا تعلق اور رابطہ اللہ تعالیٰ سے قائم رہتا ہے۔ نماز ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب اس کی رحمت و رضا حاصل ہوتی ہے، جو نماز ترک کرتا ہے اس کا رابطہ اور تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے کئی جگہ اس کے اہتمام کا حکم دیا ہے۔ مثلاً: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔(البقرہ:۴۳)۔ حضور اقدس صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے: ۱۔ توحید و رسالت کی گواہی دینا۔ ۲۔ نماز قائم کرنا۔ ۳۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ۴۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور ۵۔ بیت اللہ کا حج کرنا۔ (متفق علیہ)۔ لہٰذا ہمیں پانچ وقت نماز کو اہتمام کے ساتھ خشوع و خضوع سے ادا کرنا چاہیے تاکہ ہمارا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور رابطہ مضبوط ہو اور قرب و رحمت خداوندی حاصل ہو۔

حدیث (۸): مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۳۸)

ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے جذبے سے رکھے (اس کے سبب) اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

تشریح: اس حدیث میں رمضان کے روزے فرض ہونا، رمضان کے روزوں کی اہمیت اور روزہ کا باعثِ مغفرت ہونا بیان کیا گیا ہے۔ رمضان کے روزے رکھنا اسلام کا اہم رکن ہے۔ جو سن دو ہجری میں فرض ہوا۔ رمضان کے مہینے میں ہر عاقل بالغ، مقیم اور تندرست آدمی پر روزے رکھنا فرض ہیں۔ روزہ بہت بڑی عبادت ہے جس کے ذریعے تقویٰ پیدا ہوتی ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: روزہ جہنم کی آگ سے ڈھال ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۲۴)۔ روزہ رکھنے سے انسان کی صحت بہتر رہتی ہے اور دوسرے ضرورتمندوں کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

سرگرمی "روزہ کے فوائد" طلبہ سے نکات میں تحریر کروائیں۔

حدیث (۹): رَبَاطُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّقِيَامِهٖ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۱۹۱۳)

ترجمہ: ایک دن یا ایک رات جہاد میں بسر کرنا ایک مہینے کے روزے اور نفلی عبادت سے بہتر ہے۔

تشریح: اس حدیث میں اسلامی ریاست کی سرحدوں کی حفاظت کرنے کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے، کہ مورچہ بند ہو کر ملکی سرحدوں کی حفاظت و نگرانی کرنا بھی جہاد شمار کیا گیا ہے۔ اور ان تمام کاموں کو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سرانجام دیتے ہیں، ایسے مجاہدین اور اسلامی ممالک کے جانبازوں کے لیے بڑا اجر و ثواب ہے، چنانچہ اس حدیث میں بتایا گیا

KARACHIEDU.COM

ہے کہ مورچہ بند اسلامی مجاہد اگر ایک دن یا ایک رات سرحدوں کا دفاع کرتے ہیں تو ان کو مہینہ بھر دن کے روزوں اور راتوں کے تہجد سے بہتر ثواب ملتا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد، وطن اور وطن کی سرحدوں کی حفاظت کے جذبے سے سرشار ہوں۔ تاکہ اسلام، ملک اور وطن پر کوئی میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے اور دین کا اعزاز بھی قائم رہے، اسی میں ہی فلاح دارین ہے۔

حدیث (۱۰): كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۸۹۳)

ترجمہ: تم سب نگران ہو، اور تم سے تمھاری نگرانی میں موجود افراد اور رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

تشریح: اس حدیث میں ہر آدمی کو نگران قرار دیا گیا ہے۔ نگران ہر وہ آدمی ہے جس کو سماجی طور پر یا دنیاوی اعتبار سے کچھ امور کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے اور اس کے ماتحت رہنے والے محکوم افراد کو رعیت کہا جاتا ہے۔ نگران کے فرائض منصبی میں سے یہ ہے کہ وہ ان کی تربیت و اصلاح کا ذمہ دار ہے یعنی کہ ان میں سے ہر ایک کو ادب سکھائے اور ان کو ٹھیک حالت میں رکھے۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک آدمی اپنے اعمال کا حساب کتاب تو دے گا ہی، لیکن اگر کسی کے پاس دنیا میں کوئی عہدہ یا منصب یا ذمہ داری تھی تو اس کے ماتحتوں کے بارے میں بھی اس سے باز پرس ہوگی۔ چنانچہ بادشاہ سے اس کی پوری قوم کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ ان کے ساتھ انصاف کیا، ان کے حقوق پورے کیے، ان کے جان و مال کا تحفظ کیا یا نہیں۔ بیوی سے گھر کے متعلق، شوہر سے بیوی بچوں اور ان کی بہتر کفالت، تعلیم و تربیت کے متعلق، کوئی ملازم یا عہدیدار ہے تو اس سے متعلقہ امور کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔ استاد سے کلاس میں شاگردوں کے متعلق باز پرس ہوگی، پھر اس کے جواب کے مطابق اس سے معاملہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ہر انسان سے اپنے اعضاء کے متعلق بھی پوچھا جائے گا کہ ان کو کہاں پر استعمال کیا یا تو انعام کا حقدار ہوگا یا سزا کا۔ چنانچہ تمام لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ اپنے ماتحتوں اور معاشرے کے کمزور لوگوں کے حقوق اہتمام سے سرانجام دیں اور ان کے حقوق پر دست اندازی سے پرہیز کریں۔

سرگرمی استاد اور طلبہ کی ذمہ داریوں کی تفصیل باہمی مباحثہ کے بعد نکات کی صورت میں طلبہ سے تیار کروائیں۔

KARACHIEDU.COM

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

ا۔ مندرجہ ذیل احادیث میں سے کسی بھی ایک حدیث کا ترجمہ و تشریح تحریر کریں۔

- طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔
- اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْنِ۔

۲۔ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ۔ کی تشریح تحریر کریں۔

۳۔ حدیث رِبَاطُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ کی روشنی میں وطن کے سرحدوں کی حفاظت کی فضیلت واہمیت بیان کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

ا۔ علم کی دو حیثیتیں کون سی ہیں؟ تحریر کریں۔

۲۔ اسلام کی بنیاد کن باتوں پر ہے؟

۳۔ روزہ کی فضیلت کے متعلق کوئی ایک حدیث تحریر کریں۔

۴۔ روزہ کن لوگوں پر فرض ہے؟ بیان کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

ا۔ "دین کا مکمل علم حاصل کرنا" ہے:

(الف) فرض عین (ب) فرض کفایہ

(ج) سنت (د) مستحب

۲۔ حدیث میں "دین کا ستون" کہا گیا ہے:

(الف) روزہ کو (ب) زکوٰۃ کو

(ج) حج کو (د) نماز کو

۳۔ حدیث میں "جہنم کی آگ سے ڈھال" قرار دیا گیا ہے:

(الف) نماز کو (ب) زکوٰۃ کو

(ج) روزہ کو (د) حج کو

KARACHIEDU.COM

(ب) ۳۔ منتخب احادیث کا ترجمہ و تشریح: حدیث ۱۱ تا ۱۵

حدیث (۱۱): اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔ (سنن ابی داؤد، حدیث: ۴۶۸۲)

ترجمہ: تم میں سے مکمل ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق دوسروں سے اچھے ہوں۔

تشریح: اس حدیث میں اچھے اخلاق کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے۔ "اچھے اخلاق" کو کمالِ ایمان کی شرط بتایا گیا ہے، ایمان واخلاق کے گہرے تعلق کو واضح کیا گیا ہے۔

حسنِ اخلاق: زندگی گزارنے میں دین کے اصول وضوابط کو بجالانا، اوروں کو تکلیف دینے کے بجائے ان سے اچھا برتاؤ کرنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا اور ان کی مالی مدد کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے سر انجام دیں تو یہ "حسنِ اخلاق" کہلاتا ہے۔ حسنِ اخلاق کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے چنانچہ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو اچھے اخلاق والے ہیں" (مسند احمد، حدیث: ۶۷۳۵)۔ بسا اوقات آدمی نفلی عبادات کے اعتبار سے سست لگتا ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے یہاں "حسنِ اخلاق" کے بدلے بلند مرتبہ پالیتا ہے۔

سرگرمی	حسنِ سلوک / اخلاق حسنہ کے فوائد پر باہمی مذاکرہ کے بعد طلبہ سے نکات تحریر کروائیں۔

حدیث (۱۲): خَيْرُ النَّاسِ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ۔ (الجامع الکبیر للسیوطی، ح: ۱۱۷۶۰)

ترجمہ: بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کو زیادہ نفع پہنچائے۔

تشریح: اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ "لوگوں کے لیے نفع بخش ہونا" آدمی کے بہتر ہونے کے لیے ضروری ہے۔ انسان کی بہتری کا دارومدار لوگوں کے نفع مند ہونے پر موقوف ہے۔ اس حدیث میں حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ایسے آدمی کو پسندیدہ بندہ شمار کیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق انسانوں، چرند، پرند، حشرات اور ہر ایک کو نفع پہنچائے، ان کو تکلیف نہ پہنچائے بلکہ اپنی طرف سے ان کو حتی الامکان نفع پہنچائے، ان کے کھانے پینے اور دیگر سہولتوں کا انتظام کرے۔ اس مذکورہ حدیث میں سب سے اچھے انسان ہونے کی علامت بتائی گئی ہے کہ "سب سے اچھا شخص وہ ہے جو دوسرے لوگوں (چاہے مسلم ہوں یا غیر مسلم) کے لیے فائدہ مند ہو۔"

سرگرمی	"دوسروں کے لیے نفع مند ہونے کے نکات" باہمی بحث و مباحثہ کے بعد طلبہ سے تحریر کروائیں۔

KAKAYEHEDU.COM

حدیث (۱۳): لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا۔ (سنن الترمذی، حدیث: ۱۹۱۹)

ترجمہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت و تکریم نہ کرے۔

تشریح: اس حدیث میں بزرگوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر رحم کرنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اسلام نے انسانوں کو بے حد عزت واکرام بخشا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے۔ (سورۃ الاسراء:۷۰) تمام مومنوں کو آپس میں بھائی بھائی کہا گیا ہے، رشتہ داروں، پڑوسیوں، دوستوں اور مسافروں سے اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے نیز اللہ تعالیٰ مومنوں کو دوسرے لوگوں سے نیکی اور حسن معاشرت کے اہتمام کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ ایک پر امن اور صالح معاشرہ تشکیل پائے۔ بالخصوص چھوٹے بچوں سے محبت کرنا، ان سے محبت و شفقت سے پیش آنا، ان کے حقوق ادا کرنا، ساتھ ہی بزرگوں کی تعظیم اور توقیر بجالانا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ روزمرہ کی زندگی میں ہمہ وقت دوسرے لوگوں سے نیکی اور حسن معاشرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بچوں پر رحمت و شفقت اور بزرگوں کی تعظیم و توقیر کریں۔

حدیث (۱۴): لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ۔ (سنن ابی داؤد، حدیث: ۳۵۷۷)

ترجمہ: رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں راشی (رشوت دینے والا)، مرتشی (رشوت لینے والا) اور رشوت کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں ان دونوں کے درمیان ترجمانی کرنے والے پر بھی لعنت کی گئی ہے۔ (مسند احمد:۲۲۳۹۹)۔ رشوت: ہر وہ رقم یا عِوض ہے جس کے ذریعہ کسی کا حق مارا جائے یا وہ رقم کسی ظلم کے عِوض سے لی جائے، ناجائز نذرانہ وغیرہ۔ رشوت لینا اور دینا گناہِ کبیرہ میں سے ہے۔

رشوت کا سلسلہ اسی وقت کسی قوم میں عام ہو جاتا ہے، جب عدل و انصاف اور مروت ختم ہو جائے اور انسانوں کے جائز حقوق ملنے کی راہ میں ظالم اہل کاروں کے ناجائز مطالبے حائل ہو جائیں، یا کمائی کے حصول میں کسی حق دار کا حق مارا جائے اور لوگوں کو ان کے حقوق و مراعات جائز طریقے سے نہ مل سکیں۔ اس لیے حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن نسائی:۲۶۳۱)

سرگرمی رشوت کے دنیوی نقصانات۔ باہمی مکالمہ کے بعد طلبہ سے نکات تحریر کروائیں۔

KARACHIEDU.COM

حدیث(۱۵): اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی۔ (سنن ابی داؤد، حدیث: ۱۶۴۵)

ترجمہ: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

تشریح: اس حدیث میں فی سبیل اللہ دینے والے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حدیث میں اَلْیَدُ الْعُلْیَا سے مراد دینے والا ہاتھ ہے اور اَلْیَدِ السُّفْلٰی سے مراد لینے والا ہاتھ ہے۔ ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جو کچھ آدمی خرچ کرتا ہے اس کو "صدقہ"، "خیرات" اور "انفاق فی سبیل اللہ" کہا جاتا ہے۔ یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ اوپر والا ہاتھ جو، ضرورت مندوں کو ضرورت کی چیزیں مہیا کرتا ہے، جُود و سخا کرتا ہے، وہ نیچے والے ہاتھ سے اچھا ہے۔ اور اس کا مقام بہت اونچا اور بلند ہے اس ہاتھ سے جس ہاتھ کے ذریعہ دوسروں سے سوال کیا جائے، اپنی حاجتیں مانگی جائیں، وہ نچلا ہاتھ اور ذلت کا باعث ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم کو جہاں تک ہو سکے سخاوت کرنے والے، دوسروں کو دینے اور دوسروں کے کام آنے والا بنیں، نہ گداگر اور دوسرے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے سائل بنیں جو کہ ایک گھٹیا بات ہے، اور کسی شخص پر بار بن کر زندگی نہ گزاریں ایسے کاموں سے بچیں تاکہ فلاح دارین حاصل کر سکیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ مندرجہ ذیل احادیث میں سے کسی بھی دو احادیث کا ترجمہ و تشریح تحریر کریں۔

- اَکْمَلُ المومنین اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا۔
- خَیْرُ النَّاسِ اَنْفَعُھُمْ لِلنَّاسِ۔
- اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی۔

۲۔ "رشوت" کے نقصانات پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ "حسن اخلاق" سے کیا مراد ہے؟ تحریر کریں۔

۲۔ اچھے انسان کی کیا علامات ہیں؟ تحریر کریں۔

۳۔ رشوت کسے کہتے ہیں؟ تحریر کریں۔

KARACHIEDU.COM

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے " ✓ " کا نشان لگائیں:

ا۔ حدیث میں جو انسانوں کو زیادہ نفع پہنچائے اس کو کہا گیا ہے:

(الف) افضل الناس
(ب) اکرم الناس
(ج) خیر الناس
(د) احب الناس

۲۔ حدیث میں لعنت کا مستحق قرار دیا گیا ہے:

(الف) چغل خور کو
(ب) غیبت کرنے والے کو
(ج) بہتان لگانے والے کو
(د) رشوت لینے والے کو

۳۔ حدیث میں "اوپر والے ہاتھ" کو بہتر کہا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ:

(الف) دینے والا ہے
(ب) لینے والا ہے
(ج) سوال کرنے والا ہے
(د) بخل کرنے والا ہے

KARACHIEDU.COM

(ب) ۴۔ منتخب احادیث کا ترجمہ و تشریح: حدیث ۱۶ تا ۲۰

حدیث (۱۶): مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَّلَدَتْهُ أُمُّهُ۔ (صحیح البخاری: ۱۵۲۱)

ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے حج کیا اور پھر نہ اس نے بدکلامی اور گالی گلوچ کی نہ ہی کوئی گناہ کیا تو وہ حج سے اس دن کی طرح واپس ہوگا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا۔

تشریح: اس حدیث میں حج کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے۔ حج ارکان اسلام کا آخری اور تکمیلی رکن ہے، جو عاقل بالغ، صحت مند اور صاحبِ استطاعت پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ حج بھی تقرب الی اللہ کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد پاک ہے: "عمرے اور حج کو بار بار (نفلی عبادت کے طور پر) ادا کرو یہ دونوں گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جیسے (لوہار اور سنار کی بھٹی) لوہے، سونے اور چاندی سے میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے، اور حج مبرور (گناہوں سے پاک) کا ثواب تو جنت ہی ہے" (سنن نسائی: ۲۶۳۱)۔ اور اس حدیث میں یہی تلقین کی گئی ہے کہ آدمی حج کے دوران صبر کا مظاہرہ کرے، بیہودہ فحش کلام خاص طور پر شہوت کی باتیں، بدکلامی، اللہ تعالیٰ کی کسی بھی قسم کی نافرمانی جو فسق کی حد میں آتی ہو، غیر قانونی و غیر شرعی کاموں اور لڑائی جھگڑے اور گناہوں سے باز رہے اور حقوق اللہ میں کوتاہی کی معافی اور حقوق العباد میں کوتاہی کی تلافی کرلے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو جائے گا۔ جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے دن بے گناہ تھا۔

حدیث (۱۷): لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوْفِ: يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ، وَيُجِيْبُهُ إِذَا دَعَاهُ، وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ، وَيَعُوْدُهُ إِذَا مَرِضَ، وَيَتْبَعُ جَنَازَتَهُ إِذَا مَاتَ، وَيُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔ (سنن ترمذی، حدیث: ۲۷۳۶)

ترجمہ: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: ۱۔ جب وہ کسی مسلمان سے ملے تو وہ اسے سلام کرے ۲۔ اور جب وہ اسے دعوت دے تو وہ اسے قبول کرے ۳۔ اور جب اسے چھینک آئے تو وہ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ (اللہ تم پر رحم کرے) کہے ۴۔ اور جب وہ بیمار ہو تو وہ اس کی عیادت کرے ۵۔ اور جب اس کا انتقال ہو تو وہ اس کی نمازِ جنازہ میں شریک ہو اور جنازے کے ساتھ ساتھ چلے ۶۔ اور جو کچھ وہ اپنے لیے پسند کرے وہ اس کے لیے بھی پسند کرے۔

KARACHIEDU.COM

تشریح:اس حدیث میں روز مرہ کی عملی زندگی میں مسلمان کے مسلمان کے اوپر اسلامی رشتے اور معاشرے کے چند چھ خاص باہمی حقوق کی ادائیگی کی تلقین بیان کی گئی ہے۔ جن سے دو مسلمانوں کا باہمی تعلق پیدا ہوتا ہے اور اس کی نشو و نما ہوتی ہے، اس لیے ان کا خاص طور سے اہتمام کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ترجمہ: مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ (سورۃ الحجرات:۱۰) اسلام نے ان کے رشتہ اخوت کو اور مضبوط بنادیا۔ چنانچہ اسلام یہی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی یہ محبت و الفت قائم اور دائم رہے تاکہ وہ ایک دوسرے کے لیے خیر خواہ اور پورے سماج کے لیے کارآمد بن سکیں۔

سرگرمی ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق طلباء سے تحریر کروائیں۔

حدیث(۱۸): اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ۔ (کنز العمال، حدیث: ۲۸۶۹۷و۲۸۶۹۸)

ترجمہ: علم حاصل کرو اگرچہ ملک چین سے ہی کیوں نہ ہو۔

تشریح:اس حدیث میں علم کی عظمت اور اس کی ضرورت بیان کی گئی ہے۔ انسانی فطرت کا بنیادی تقاضا ہے کہ انسان کو اپنی ذات اور کائنات کے متعلق ہر اچھی اور بری بات کا علم ہو۔ اور علم کے بغیر انسان دنیا میں ترقی نہیں کر سکتا۔ اور علم کے حصول کے لیے محنت، جدوجہد اور مشقت برداشت کرنا ناگزیر ہے۔ اس کے بغیر علم میں پختگی اور عمدگی نہیں ہوسکتی۔ اور اس کے لیے اگر سفر کی مشقت سامنے آجائے تو اس کو برداشت کرے۔ پہلے دور کے بہت بڑے محدثین، علماء اور سائنسدان علم حاصل کرنے کے لیے دور دراز کے علمی سفر کیا کرتے تھے اور سفر و ہجرت کی مشقتیں برداشت کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان کا نام عزت سے لیا جاتا ہے۔ یہاں بھی یہی بات کہی گئی ہے کہ علوم و فنون کے حصول کے لیے ہم کو ملک چین بھی جانا پڑے تو وہاں بھی جاکر علم حاصل کرنے میں تکلیف و مشقت کو برداشت کریں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ علم کے حصول کے لیے بے انتہا محنت کریں اگرچہ دور دراز علاقوں کی طرف سفر کرنا پڑے تو بھی سفر اور مشقت برداشت کریں تاکہ دینی اور دنیوی ترقی حاصل کر سکیں۔

سرگرمی "حصول علم کی راہیں" طلبہ سے نکات باہمی مذاکرہ کے بعد تحریر کروائیں۔

حدیث(۱۹): اِنَّ اللّٰہَ لَایَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَادِکُمْ وَلَا اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۲۵۶۴)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ تمھارے جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

KARACHIED.COM

تشریح: اس حدیث میں اخلاص کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ انسان کا ظاہر و باطن ایک ہونا چاہیے۔ یہ حدیث اصلاح و تربیت کے لحاظ سے اہم ہے۔ اسلام اپنے تمام اعمال میں اخلاص وللّٰہیت کو خاص اہمیت دیتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی نیک کام کیا جائے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا جائے، اس میں دنیاوی غرض، نمود و نمائش، طلب شہرت یا معاوضہ نہ ہو، دکھاوے سے بچا جائے۔ تمام انسانی اعمال میں انسان کے دل اور صحیح ارادہ و نیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ اس عمل کے سرانجام دیتے وقت دل کی کیفیت اور رجحان کیسا ہے۔ اگر اخلاص و تقویٰ والا عمل ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں منظور و مقبول ہو گا اور اس کا ثواب بھی ملے گا، اور اگر اس عمل میں دنیوی مفاد مطلوب ہو گا تو بس وہی بات ملے گی، آخرت میں اللہ کے یہاں اس عمل کے بدلہ کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

سرگرمی	استاد صاحب ''اخلاص کے مطلب و اہمیت'' کی کلاس میں مزید وضاحت کریں۔

حدیث (۲۰): اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّ سِتُّوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۳۵)

ترجمہ: ایمان کی ستر یا ساٹھ سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں، پس ان سب میں سے افضل شاخ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے اور سب سے کم تر شاخ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے، جب کہ حیاء ایمان کی شاخ ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ایمان کے شعبوں اور شاخوں کی تعداد، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، شرم و حیاء اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اسلام کی بنیادی اور ضروری باتوں پر پختہ یقین رکھنے اور اس عقیدہ کو زبان سے اقرار کرنے کا نام ایمان ہے، چنانچہ اس حدیث میں بتایا گیا کہ کامل ایمان کے ساٹھ یا ستر سے زیادہ شاخیں ہیں، جن میں سب سے اعلیٰ شعبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے کیوں کہ اس کے ذریعہ ہی توحید کا اقرار ہوتا ہے جس کو اصل ایمان کہا جاتا ہے۔ ایمان کے دیگر شعبوں سے مراد عقائد، نیک اعمال اور اچھے اخلاق اور ظاہری و باطنی سب احوال ہیں، ایمان میں اخلاقی اعتبار سے آخری شعبہ یہ ہے کہ ''مومن میں دوسرے لوگوں کو تکلیف سے بچانے کی خوبی ہو''۔ اس لیے راستہ سے کوئی بھی ایسی چیز جو راہگیروں کی تکلیف کا باعث ہو اس کو ہٹا دینا باعثِ اجر و ثواب ہے۔

ایمان کی شاخوں میں ''حیاء'' بھی ایک اہم شعبہ ہے جو بھلائیوں کا سرچشمہ ہے اور حیاء انسان کی ایسی خوبی و خصلت ہے جو انسان کو بداخلاقی، بہت سی برائیوں اور گناہوں سے روکتی ہے۔ یہ صفت جس شخص کے اندر ہو گی وہ برائی کے پاس نہیں بھٹکے گا اور بھلائی کی طرف مائل ہو گا۔ لہٰذا ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے اندر ایمان کی شاخوں کو اپنائیں بالخصوص حیا کی خوبی و خصلت پیدا کریں تا کہ ہماری زندگی پاکیزہ اور ستھری ہو۔

KARACHI.COM

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ مندرجہ ذیل احادیث میں سے کسی بھی ایک حدیث کا ترجمہ و تشریح تحریر کریں۔

- مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَّلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔
- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ وَلَا اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ۔

۲۔ مسلمان کے مسلمان کے اوپر چھ خاص باہمی حقوق کی ادائگی پر مختصر طور پر مضمون لکھیں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ علم کی عظمت پر نوٹ تحریر کریں۔

۲۔ اخلاص سے کیا مراد ہے؟ تحریر کریں۔

۳۔ ایمان کا اعلیٰ شعبہ اور آخری شعبہ کونسا ہے؟ تحریر کریں۔

۴۔ حیا کا کیا مطلب ہے؟

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ چھینک کے وقت سننے والا کہتا ہے:

(الف) الحمدللہ (ب) یرحمك اللہ

(ج) بارك اللہ (د) جزاك اللہ

۲۔ جب کوئی کسی سے ملے تو کہے:

(الف) اللہ اکبر (ب) السلام علیکم

(ج) سبحان اللہ (د) ماشاء اللہ

۳۔ جو کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے وہ کہلاتا ہے:

(الف) اخلاص (ب) ریا

(ج) تقویٰ (د) زہد

۴۔ حدیث میں طلب علم کے لیے کس ملک جانے کے لیے ترغیب دی گئی ہے:

(الف) یمن (ب) شام

(ج) ایران (د) چین

KARACHIEDU.COM

(ب) ۵۔ منتخب احادیث کا ترجمہ و تشریح: حدیث ۲۱ تا ۲۵

حدیث (۲۱): مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۱۸۹۳)

ترجمہ: جس نے کسی شخص کی اچھائی کی طرف رہنمائی کی تو اس کو وہی اجر ملے گا جو اس بھلائی کرنے والے کو ملے گا۔

تشریح: اس حدیث میں بھلائی اور نیکی کرنے، نیکی اور بھلائی پر ایک دوسرے سے تعاون کرنے کی تلقین و تاکید کی گئی ہے۔ قرآن کریم پرہیز گاری اور نیکی کے کام میں ایک دوسرے کے تعاون کا حکم دیتا ہے جبکہ گناہ اور نافرمانی میں مدد کرنے سے روکتا ہے۔ (سورۃ المائدۃ: ۲) چنانچہ کسی کو اچھا مشورہ، رہنمائی اور تعلیم و تربیت دینے کے ذریعہ جو کوئی بھی ثواب اس کام کرنے والے کو ملے گا، اس کے برابر اس کے معاون کو بھی ملے گا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ بھلائی اور نیکی کی طرف خود بھی بڑھیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں۔

سرگرمی طلبہ سے بھلائی کے کاموں کی نکات کی صورت میں نشاندہی کروائیں مثلاً: کسی کو مفید مشورہ دینا۔

حدیث (۲۲): مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُّؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۲۶۹۹)

ترجمہ: جس نے کسی مومن سے کوئی دنیاوی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے کئی تکلیفوں میں سے تکلیف کو دور فرما دیں گے۔ اور جس نے کسی تنگدست مومن کو سہولت دی اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانیاں پیدا فرمائیں گے۔

تشریح: اس حدیث میں محتاجوں، بیماروں، اور مصیبت زدوں کی خدمت و اعانت اور حاجت روائی کی تاکید و تلقین اور تنگدست قرضدار کو مہلت دینے کے اجر کو بیان کیا گیا ہے۔ حقوق العباد کی دو باتوں کو واضح کیا گیا ہے، جس کو خدمتِ خلق سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے:

۱۔ کوئی مومن کسی تکلیف، مصیبت یا پریشانی میں ہو تو ایسی صورتحال کے وقت اس کی تکلیف دور کرنا، مدد اور حاجت روائی کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ جس کے لیے حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "جو اپنے بھائی کے کام میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں لگ جاتے ہیں"۔ (مسلم: ۲۶۹۹)

KAPITAEDU.COM

۲۔ اگر کوئی مومن محتاج، بیمار، تنگدست، غریب و مسکین ہے تو اس کی خدمت، اعانت و مالی مدد کرنا اور اگر کسی مقروض نے کسی سے قرض لیا ہے، تو اس کے قرض میں مہلت دے کر سہولت پہنچانا بھی بڑے اجر کا کام ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا و آخرت میں آسانیاں پیدا فرمائیں گے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہمارے معاشرے میں سے کوئی اچانک کسی آفت میں آجائے تو اس کو آفت سے نکالنے کے لیے کوشش کرنا چاہیے اور خدمت خلق میں خود بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں تاکہ ہمارے معاشرے کے افراد سکون و خوشحالی کی زندگی گزار سکیں۔ اور اسی میں فلاح دارین ہے۔

سرگرمی محتاجوں، بیماروں، اور مصیبت زدوں کی خدمت و اعانت اور حاجت روائی کی صورتوں پر باہمی مذاکرہ کے بعد نکات تحریر کروائیں۔

حدیث (۲۳): وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ، قِيْلَ: وَمَنْ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: اَلَّذِيْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ (صحیح بخاری: ۶۰۱۶)

ترجمہ: اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں۔ پوچھا گیا: کون یا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ؟ (آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے) فرمایا: وہ شخص جس کے شر/تکلیف سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں۔

تشریح: اس حدیث میں پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی کی تلقین و تاکید بیان کی گئی ہے اور پڑوسی کو تکلیف دینے پر وعید بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم "میں پڑوسی سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تین قسموں کو پیش کیا ہے۔ (سورۃ النساء: ۳۶) ۱۔ پڑوسی جو رشتہ دار ہے، ۲۔ جو صرف پڑوسی ہے۔ ۳۔ اور جو عارضی طور پر پہلو میں کچھ وقت کے لیے ٹھہرا ہو۔ مثلاً: سفر، کلاس یا کسی ملاقات و مجلس وغیرہ کا ساتھی، چنانچہ تمام ہمسایوں سے بہتر سلوک کرنا چاہیے وہ آپ کے مذہب کا ہو یا کسی دوسرے مذہب کا، آپ کے نظریہ کا ہو یا اس کا نظریہ اور فکر الگ ہو۔ حدیث کی روشنی میں پڑوسی کے کام آنے اور تکالیف و ایذا رسائی سے محفوظ رکھنے کی تلقین ملتی ہے اور اس شخص کے لیے بڑی سخت وعید بتائی گئی ہے، جس سے اس کے پڑوسی تکلیف محسوس کرتے ہوں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ پڑوسیوں کے ساتھ ہمارا برتاؤ اور رویہ ایسا شریفانہ رہے کہ وہ ہماری طرف سے بالکل مطمئن اور بے خوف رہیں اور ان کے دلوں و دماغوں میں کوئی اندیشہ اور خطرہ نہ ہو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ہم سے راضی ہوں۔

سرگرمی انسانی حقوق بالخصوص ہمسایہ کے حقوق طلبہ سے تحریر کروائیں۔

KARACHI.COM

حدیث(۲۴): مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔ (صحیح بخاری:۶۱۳۸)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے اور جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموشی اختیار کرے۔

تشریح: اس حدیث میں تین باتوں کی ترغیب دی گئی ہے۔ ۱۔ مہمان کا اکرام کرنا، ۲۔ صلہ رحمی کرنا، ۳۔ اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا۔ یہ تینوں چیزیں بھی درحقیقت حقوق العباد ہی ہیں، جن کی ترغیب دی گئی ہے۔

مہمان کا اکرام: جب کوئی انسان سفر کر کے کسی بھی مقصد کے لیے کسی آدمی کے یہاں پہنچے تو وہ مہمان کہلاتا ہے، اس سے مناسب طریقہ سے آنے کا مقصد پوچھنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا۔ اس کے رہائش، کھانے پینے اور آرام کا انتظام کرنا اور عزت و تکریم کرنا "مہمان کا اکرام" ہے۔

صلہ رحمی: اپنے قرابت داروں اور رشتہ داروں کے دکھ سکھ میں شریک ہونا، بوقت ضرورت ان کے کام آنے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ہمدردی کا رویہ اپنانے کا نام "صلہ رحمی" ہے۔ ایک حدیث مبارک میں ہے: جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا رزق کشادہ ہو اور عمر لمبی ہو اس کو رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔ (صحیح بخاری، حدیث:۲۰۶۷)۔

اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا: قرآن کریم میں حکم ہے: قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ (سورۃ البقرہ:۸۳) ترجمہ: لوگوں سے اچھی بات کرو۔ جس بات سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو وہ اچھی بات ہے۔ اس لیے مومن کو چاہیے کہ وہ لوگوں سے اچھا بولے اور غیر ضروری و بیہودہ گفتگو سے اجتناب کرے یا پھر خاموشی اختیار کرے، کیوں کہ اگر وہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا تو کم از کم نقصان سے تو بچالے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ روزمرہ کی عملی زندگی میں ہم مہمان کا اکرام کریں، صلہ رحمی کریں اور ضرورت کے مطابق اچھی بات کہیں یا خاموش رہیں۔

سرگرمی	گفتگو کے آداب۔ باہمی مکالمہ کے بعد نکات تحریر کروائیں۔

حدیث (۲۵): اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۶۰۶۶)

ترجمہ: بدگمانی سے بچو، کیوں کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔

KARACHIEDU.COM

تشریح: اس حدیث میں بلاضرورت خواہ مخواہ بد گمانی کی ممانعت بیان کی گئی ہے۔ کسی چیز کی تحقیق اور خبر گیری کے سوا کسی کے بارے میں اندازہ سے کچھ کہنا "ظن" یا گمان کہلاتا ہے، اگر اس میں اچھائی مقصود ہو تو یہ "حسنِ ظن" ہے، جو ایک پسندیدہ خوبی ہے، اور حدیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے، خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا عبادت ہے۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: حسن ظن اچھی عبادت ہے۔ (مسند احمد، حدیث: ۷۹۵۶)۔ اور اگر کسی کے ساتھ برا گمان کیا جائے تو اس کو "بد گمانی" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی کسی کی نیت پر شک کرنا اور بے وجہ اپنے دل میں اچھا خیال نہ رکھنا بد گمانی کہلاتا ہے۔ قرآن کریم میں اس سے منع فرمایا گیا ہے: "اے ایمان والو! بد گمانیوں سے بچو، کیوں کہ یہ گناہ کا کام ہے" (سورۃ الحجرات: ۱۲)۔ چنانچہ کسی انسان کے بارے میں تمھارے پاس کتنی ہی بری شکایتیں پہنچتی ہوں، لیکن جب تک اس کی تحقیق نہیں ہوتی، تمھیں کسی کے بارے میں بد گمانی نہیں کرنی چاہیے۔ کیوں کہ اس کی وجہ سے آپس کا میل میلاپ کم ہو جاتا ہے، آہستہ آہستہ یہ بد گمانی دلوں میں نفرت اور دشمنی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جو کہ گناہ ہے۔

سرگرمی "بد گمانی کے نتائج / اثرات" نکات کی صورت میں طلبہ سے تحریر کروائیں۔ مثلاً • تعلقات کا بگڑنا۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ مندرجہ ذیل احادیث میں کسی بھی ایک حدیث کا ترجمہ و تشریح تحریر کریں۔

- مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ۔
- اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ۔

۲۔ ظن / گمان پر نوٹ لکھیں۔

۳۔ محتاجوں اور مصیبت زدوں کی خدمت و اعانت کی وضاحت کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ پڑوسی کے اقسام بیان کریں۔

۲۔ اکرام الضیف کی وضاحت کریں۔

۳۔ صلہ رحمی سے کیا مراد ہے تحریر کریں۔

KARACHIEDU.COM

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ اپنے رشتہ داروں کے دکھ سکھ میں شریک ہونا کہلاتا ہے:

(الف) اکرام الضیف (ب) صلہ رحمی

(ج) حسن ظن (د) حقوق العباد

۲۔ کسی چیز کی تحقیق کے سوا کچھ کہنا کہلاتا ہے:

(الف) یقین (ب) شک

(ج) ظن (د) خیال

۳۔ حدیث میں صلہ رحمی کا فائدہ بتایا گیا ہے:

(الف) صحت مند ہونا (ب) شہرت یافتہ ہونا

(ج) رزق کشادہ ہونا (د) معزز ہونا

KARACHIEDU.COM

ا۔ عقیدہ توحید

(صفاتِ باری تعالیٰ کا تعارف، توحید کے تقاضے)

حاصلاتِ تعلم

- عقیدۂ توحید کے معنی، مفہوم اور اہمیت سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- صفاتِ باری تعالیٰ کی وضاحت کر سکیں۔
- توحید کے تقاضے سمجھ کر بیان کر سکیں۔

عقیدۂ توحید: عقیدۂ توحید (ایمان باللہ)، اسلام کے بنیادی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ ہے۔ "عقیدہ" کا لفظ "عقد" سے ماخوذ ہے، جس کے لفظی معنی ہے مضبوط گرہ لگانا۔ عقیدہ سے مراد وہ خیالات و افکار ہیں جن پر انسان پختہ یقین رکھتا ہو، جو انسان کے کردار اور رویوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ "توحید" کے لغوی معنی ہیں ایک جاننا اور ایک ماننا ہے۔

دین کی اصطلاح میں عقیدۂ توحید کا مطلب ہے: کہ اس کائنات کا خالق و مالک و مختار کل صرف اللہ تعالیٰ ہے جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا، جس کی نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا اور نہ کبھی اس پر فنایت آئے گی۔ معبود حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، اس نے اس کائنات کی ہر چیز کو پورے تناسب اور اس کے نظام کو پورے نظم وضبط کے ساتھ بنایا ہے۔ جس کا علم پوری کائنات کے ذرے ذرے پر محیط ہے، جو پوری کائنات کو دیکھتا ہے اور سب کی سنتا ہے اور سب کو رزق پہنچاتا ہے اور انھیں ہدایات دیتا ہے۔ جس کی نظیر اور مثال کوئی نہیں۔ وہ ہی مخلوق کے نفع و نقصان کا مالک ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں، وہ ہی ہے موت کے بعد دوبارہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی دینے والا، وہ ذات صرف ایک ہے، اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اس عقیدہ کو دل کے پختہ یقین کے ساتھ ماننا اور بوقتِ ضرورت اس کا زبان سے اقرار کرنا اور اعمال سے اظہار عقیدہ توحید کہلاتا ہے۔

توحید کی اہمیت: قرآن مجید میں جابجا توحید کی تعلیم دی گئی ہے خصوصاً سورۃ الاخلاص میں "توحید مطلق" کو نہایت ہی جامع انداز میں پر اس طرح بیان کیا گیا ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ ﴿۴﴾ (سورۃ الاخلاص: ۱۔۴)۔ ترجمہ: کہو کہ وہ معبود برحق اللہ ہے۔(۱) وہ ایک ہے۔(۲) اللہ بے نیاز ہے۔(۳) وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔(۴) اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ کلمہ طیبہ کا پہلا جزء: لا الٰہ الا اللہ ہے، جو اسی عقیدہ کی عکاسی کرتا ہے۔ توحید کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بنیاد اور اس کا پہلا رکن قرار دیا ہے۔ حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ قُوْلُوْ

KARACHIEDU.COM

الا إلہَ إلا اللہُ تُفْلِحُوْا. ترجمہ: لا الہ الااللہ کہہ دو۔ کامیاب ہو جاؤ گے۔، یہ ہی تمام عبادات کا نچوڑ ہے جس کے بغیر نیکی قبول ہی نہیں کی جاتی، نیک اعمال چاہے پہاڑوں کے برابر ہوں عقیدہ توحید کے بغیر بالکل غارت ہو جائیں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ تک جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے ہیں، سب نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور عقیدہ توحید ہی تمام نبیوں کی عملی زندگی میں بنیادی اصول، رکن اور ستون کا درجہ رکھتا ہے۔ توحید ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا نقطہ آغاز تھا ہر نبی اور رسول نے ایک ہی کلمہ پڑھا لاالہ الا اللہ اور آخری نبی حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی اسی وحدہ لا شریك له کی طرف ہی بلایا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامیابی کا مدار ایمان اور عمل صالح پر رکھا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔" (سورۃ فاطر، آیت:۷)۔

صفاتِ باری تعالیٰ: اللہ تعالیٰ کی ذات عالیہ بہت ساری صفاتِ کمالیہ اور اوصافِ حمیدہ سے موصوف ہے۔ اس کی صفات اس کی ذات کی مانند ہیں وہ اس کی ذات کی طرح ازلی وابدی ہیں۔ وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا۔ (الاعراف:۱۸۰) ترجمہ: اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اس کو انھی ناموں سے پکارا کرو۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں:

ا۔ اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے: ھُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ "وہی اول ہے اور وہی آخر ہے۔" (سورۃ الحدید آیت:۳)۔ اس کا مطلب ہے کہ پہلے کچھ نہیں تھا اور وہ موجود تھا اور کچھ آخر میں نہیں ہو گا مگر وہ موجود ہو گا، وہ ہمیشہ سے ہے اور تا ابد رہے گا، کسی نے اسے پیدا نہیں کیا ہے۔

ا۔ الحی (ہمیشہ زندہ غیر فانی): یہ وہ صفت ہے جس سے اس کا وجود بقاء، دوام ازلیت اور بے زوالی ظاہر ہوتی ہیں۔

۲۔ القدیر والقادر (قدرت والا): یہ وہ صفت ہے جس سے اس کی قدرت کی وسعت کا اظہار ہوتا ہے۔

۳۔ الخالق (پیدا کرنے والا): وہ خالق ہے یعنی اس نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے اور عدم سے وجود میں لایا ہے۔ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ "اللہ ہر چیز کا خالق ہے" (سورۃ الزمر آیت:۶۲)

۴۔ العلیم۔ (سب کچھ جاننے والا): وہ علیم ہے یعنی وہ ہر بات، ہر کام اور ہر حرکت کو جانتا ہے۔ کوئی کام دن کی روشنی میں ہوا ہو یا رات کے اندھیرے میں، مجمع میں ہوا ہو یا تنہائی میں، صحرا میں ہوا ہو یا سمندر کی تہ میں۔ کوئی چیز اس کے علم سے چھپی ہوئی نہیں۔ کوئی کام ماضی میں ہوا ہو یا حال میں، یا مستقبل میں ہو گا، وہ سب کچھ جانتا ہے، کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ "بیشک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے" (سورۃ توبہ:۱۱۵)

KARACHIEDU.COM

۵۔ السمیع (سب کچھ سننے والا): وہ سمیع ہے۔ یعنی وہ سب کو سنتا ہے، چاہے کوئی زبان سے پکارے یا دل میں، تنہائی میں پکارے یا مجمع میں، عربی زبان میں پکارے یا کسی اور زبان میں، وہ سب کی سنتا ہے اور ہر وقت سنتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ۔ ترجمہ: بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔ (البقرہ:۱۸۱)

٦۔ البصیر (سب کچھ دیکھنے والا): وہ بصیر ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اور کوئی کام اس سے اوجھل نہیں چاہیے وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ، سمندر کی گہرائی میں ہو یا زمین کی تہوں میں سب کو دیکھتا ہے۔ وَ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ”ترجمہ: اور وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔“ (سورۃ شوریٰ، آیت: ۱۱)

۷۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ (البروج:۱٦) ترجمہ: جو چاہتا ہے سو کر ڈالتا ہے۔ سارے کام اس کی مشیت سے ہو رہے ہیں۔

توحید کے تقاضے: توحید صرف آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کی ضمانت نہیں بلکہ دنیا کی فلاح و سعادت کا باعث بھی ہے۔ قرآن مجید اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ارشادات بتاتے ہیں کہ عقیدۂ توحید کے کچھ اہم اور بنیادی تقاضے ہیں، جن پر یقین رکھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے، ان میں سے کچھ اہم یہ ہیں:

- اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے۔ کائنات کی کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ جیسی نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اس جیسی کوئی چیز نہیں“ (سورۃ شوریٰ، آیت:۱۱)۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو بے مثال ذات ماننا چاہیے۔
- صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی رضاجوئی کی انسان کو فکر کرنی چاہیے۔
- تمام اعمال و حرکات جو عبادت کے زمرے میں آتے ہوں، ان کو اللہ ہی کے لیے مخصوص کرنا چاہیے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَنۡ لَا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ۔ (الاسراء:۲۳) ترجمہ: اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ سجدہ اسی کو کیا جائے گا، نذریں اور منتیں اسی کے لیے مانی جائیں گی، دعائیں و مناجات اسی سے کی جائیں گی، پناہ اسی سے مانگی جائے گی، غیبی امداد کے لیے صرف اسی کو پکارا جائے گا۔
- تمام جذبات واحساسات بھی اللہ ہی کے لیے مخصوص کیے جائیں جن میں عبادت کی روح پائی جاتی ہو؛ جیسے حمد و شکر، امید، توکل، خوف و تقویٰ اور حقیقی محبت و عقیدت و خشیت، خشوع و خضوع وغیرہ۔
- اس پوری کائنات کا حقیقی مقتدرِ اعلیٰ صرف اللہ کو ماننا چاہیے۔ حکم دینے اور منع کرنے کا حق صرف اسی کو ہے۔ حقیقی شارع اور قانون ساز بھی صرف وہی ہے۔ مخلوق کی زندگی کا قانون متعین کرنے، اسے معاف کرنے یا سزا دینے کا حق صرف اسی کو ہے۔

KARACHIEDU.COM

- اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت اور امر و نواہی کے مطابق اس دنیا کی زندگی بسر کی جائے۔
- اللہ تعالیٰ پر اس کی ساری صفات کے ساتھ ایمان لانا۔

توحید کے یہ بنیادی تقاضے اتنی اہمیت رکھتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار اللہ پر ایمان رکھنے کے دعوے کو بے معنی کر دیتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ ساری باتیں عقیدہ توحید کے اصل مفہوم میں شامل ہیں، اور کوئی شخص اس وقت تک صحیح معنوں میں مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اس عقیدہ پر پورے مفہوم کے ساتھ ایمان نہ لائے۔

عقیدۂ توحید کے زندگی پر اثرات: جب عقیدۂ توحید دل و دماغ میں راسخ ہو جاتا ہے تو اس کی شخصیت میں کچھ اثرات / ثمرات نمایاں ہوتے ہیں۔ اسلامی عقائد کا اثر انسان کی عملی زندگی پر بھی پڑتا ہے، انسانی سیرت و کردار اور اعمال و اخلاق کو سنوارتے ہیں۔ عقیدۂ توحید کے نمایاں اثرات جو انسانی زندگی پر پڑتے ہیں وہ یہ ہیں:

- ذات باری تعالیٰ اور اس کے اسماء وصفات پر ایمان سے بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت و تعظیم پیدا ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ اوامر الٰہی پر کاربند رہتا ہے اور نواہی سے احتراز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر کاربند رہنا اور منہیات سے اجتناب کرنا ہی فرد اور معاشرے کے لیے دنیا و آخرت میں کمال سعادت ہے۔
- انسان کو حریت و آزادی کا بلند ترین مقام عطا کرتا ہے۔
- انسان کے اندر پرہیز گاری، خودداری و عزت نفس کے اوصاف پیدا کرتا ہے۔
- انسان میں عجز و انکساری پیدا کرتا ہے۔
- وسعت نظر کی وجہ سے تمام مخلوق کو محبت اور پیار سے دیکھتا ہے اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔
- انسان میں استقامت و بہادری، قناعت، بے نیازی، عزم و حوصلہ، صبر و توکل کی طاقت عطا کرتا ہے، جس کی وجہ سے وہ دنیا کی مصیبتوں کا جوان مردی سے مقابلہ کرتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رحمت پر پورا یقین ہونے کی وجہ سے وہ کبھی بھی مایوس اور ناامید نہیں ہوتا، بلکہ وہ نڈر ہو کر اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد بالسیف کرتا ہے اور موت سے نہیں ڈرتا ہے۔
- انسان میں بنی نوع انسان کی وحدت اور مساوات کا تصور پیدا کرتا ہے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ عقیدہ توحید کی وضاحت کریں۔

۲۔ توحید کے تقاضے پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

KARACHIEDU.COM

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ ایمان کا مفہوم کیا ہے؟

۲۔ عبادت کسے کہتے ہیں؟

۳۔ عقیدہ توحید کے اثرات پر نوٹ تحریر کریں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ازلی و ابدی ہے۔ وضاحت کریں۔

۵۔ توحید کا کیا مطلب ہے؟

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ توحید کے لفظی معنی ہیں:

(الف) ایک ماننا (ب) یقین کرنا

(ج) نظم و ضبط رکھنا (د) ہدایت و رہبری کرنا

۲۔ ایک مسلمان کو پہلے:

(الف) عقیدہ درست کرنا چاہیے (ب) نماز پڑھنا چاہیے

(ج) بااخلاق ہونا چاہیے (د) حج کرنا چاہیے

۳۔ انسان کی فلاح و نجات کا مدار ہے:

(الف) صبر و شکر پر (ب) اخلاق و تقویٰ پر

(ج) ایمان و عمل صالح پر (د) تحمل و بردباری پر

ہدایات برائے اساتذہ کرام

اساتذہ کو چاہیے کہ وہ شرک، شرک کی مذمت، شرک کے اقسام پر مختصر وضاحت کریں۔

KARACHIEDU.COM

۲۔ عقیدۂ رسالت

حاصلاتِ تعلم

- نبوت و رسالت کے معنی و مفہوم کو سمجھ سکیں۔
- ضرورتِ نبوت و رسالت واضح کر سکیں۔
- حب رسول، اطاعت و اتباع رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اہمیت جان کر بیان کر سکیں۔
- ختم نبوت کا مفہوم اور اس کی ضرورت سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- روز مرہ کی زندگی میں عقیدہ رسالت کو اپنا سکیں۔

نبوت و رِسالت کے لغوی و اصطلاحی معنی و مفہوم: عقیدہ رسالت اسلام کا دوسرا اہم اور بنیادی عقیدہ ہے۔ لفظ "نبوت" "نبا" سے ماخوذ ہے، جس کے لفظی معنی خبر کے ہیں۔ اور خبر دینے والے کو "نبی" کہا جاتا ہے، اس کی جمع انبیاء ہے۔ اور "رسالت" لغت میں پیغام پہنچانے کو کہتے ہیں۔ اور پیغام پہنچانے والے کو "رسول" کہا جاتا ہے، جس کی جمع رُسُل ہے۔

دین کی اصطلاح میں "نبوت و رسالت" ایک اعلیٰ روحانی منصب ہے جن پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے خاص خاص بندوں کو منتخب کر کے فائز فرمایا ہے۔ جس کے ذریعے انسان کو معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ مطلب کہ نبوت و رسالت ایک ایسا منصب ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان رابطے کا کام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنے احکام و ہدایات اپنے بندوں تک پہنچاتا ہے اور ان کے ذریعے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح و تربیت کرتا ہے۔ جو شخصیت اس منصب پر فائز ہوتی ہے اسے نبی یا رسول کہا جاتا ہے، رسالت ملنے سے پہلے بھی رسول کی حیثیت اپنی قوم میں اعلیٰ ہوتی ہے۔ وہ معصوم، پاکباز، نرم خو، نیک طینت، سچا اور امانتدار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے جتنے بھی انبیاء و رسل بھیجے ہیں، سب پر ایمان لانا فرض ہے۔

اسلام کے سلسلہ عقائد میں توحید کے بعد "رسالت" کا درجہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ (البقرہ:۲۸۵)۔ ترجمہ: سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔

ضرورتِ نبوت و رسالت:

۱۔ اسلام نے انسان کی پیدائش اور زندگی کا مقصد "اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت" انبیاء و رسل کے ذریعے بتایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس پر انسان کی دنیا و آخرت کی فلاح و نجات کا دار و مدار ہے۔

KARACHIEDU.COM

۲۔ انسان فطری طور پر چاہتا ہے کہ عملی زندگی کے لیے اس کے سامنے کوئی مثال یا نمونہ ہو، جسے دیکھ کر اس کے موافق زندگی گزار سکے اور پیغمبروں کی زندگی لوگوں کے لیے بہترین مثال یا نمونہ عمل ہوتی ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے نبی اور رسول پر کتاب نازل فرماتا ہے۔ صاحب کتاب اس کی تعلیمات اور احکامات اور حکمتیں سکھاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: اللہ نے مومنوں پر یقیناً احسان کیا ہے کہ ان میں ان ہی میں سے پیغمبر بھیجے جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ (آل عمران: ۱۶۴)

۴۔ اسلامی عقیدے کے مطابق یہ دنیا عمل کی جگہ ہے اور آخرت محاسبہ اور پوچھ گچھ کی جگہ۔ اب اگر لوگوں کو سرے سے کوئی رہبری فراہم نہ کی جائے تو قیامت کے دن ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی جاسکتی۔ کیوں کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں تو کوئی ہدایت ہی نہیں ملی تو ہم عمل کیسے کرتے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبعی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بندوبست فرمایا ہے، اسی طرح روحانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے نبوت و رسالت کا اہتمام فرمایا۔ رسولوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں لوگوں کو دینِ حق کی دعوت دینے کے لیے بھیجا گیا کہ وہ انسانوں کو ایمان کی طرف بلائیں اور اللہ تعالی کی بندگی اور اطاعت کا حکم دیں، تاکہ لوگوں پر حجت پوری ہو جائے پھر کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا۔ (النساء:۱۲۵)

حبِ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ: قرآن کریم کی روشنی میں نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہمارے تعلق کی چار بنیادیں ہیں۔ ا۔ ایمان ۲۔ اطاعت ۳۔ اتباع ۴۔ محبت۔ حُب یا محبت ایک فطری کشش اور فطری جذبہ کا نام ہے، اور اگر یہ محبت مذہب کے رشتے کی بنیاد پر ہو تو "روحانی محبت" یا "ایمان کی محبت" کہلاتی ہے۔ آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی ہماری ہر قسم کی محبت کی حقدار ہے اور ایمان کا تقاضا ہے، کیوں کہ وہ ہستی اللہ تعالی کے محبوب اور مومنوں کے محسن و مربی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ محبت کا حکم دیتے ہیں بلکہ اللہ تعالی کے ہاں وہ ایمان یا اطاعت معتبر ہی نہیں جس کی بنیاد محبتِ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر نہ ہو۔

پھر اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبت بھی محض ظاہری اور رسمی قسم کی نہ ہو بلکہ ایسی محبت ہو جو تمام محبتوں پر غالب آجائے، جس کے مقابلہ میں عزیز سے عزیز تر رشتے اور محبوب سے محبوب تر تعلقات کی بھی قدر و قیمت نہ رہ جائے، جس کے لیے دنیا کی ہر چیز کو چھوڑا جاسکے۔ قرآن مجید میں اسی محبت کا معیار یہ بتایا گیا ہے۔ "نبی کریم (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

وَسَلَّمَ) مومنوں کے لیے ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں" (الاحزاب:٦) اور حدیث شریف میں "حُبِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ" کو علامت ایمان قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا" تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ اپنے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے" (صحیح بخاری، کتاب الایمان، حدیث:١۵)۔

اطاعت واتباع رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ: اطاعت کا لفظ "طوع" سے بنا ہے جس کے معنی دلی آمادگی، فرمانبرداری کرنا یا حکم بجا آوری ہے۔ اطاعت میں مکمل خود سپردگی درکار ہوتی ہے یہ نہیں ہو گا کہ کچھ حکم مانیں اور کچھ نہیں مانیں گویا دلی آمادگی کے ساتھ فرمان برداری اور قبول کر لینے کے رویے کا نام اطاعت ہے۔

اتباع: دل کی حقیقی محبت اور طبیعت کی پوری آمادگی اور ایک گہرے قلبی لگاؤ کے ساتھ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ہر قدم اور ہر ادا کی پیروی لازمی کرنا "اتباع" کہلاتا ہے۔ یعنی جب اطاعت کلی اور محبت قلبی جمع ہوں گے تو اتباع کہلائے گا۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت یہ ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے جو احکام بتائے ہیں یا ہدایات دی ہیں یا عمل فرمایا ہے اس کی اطاعت کی جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔

سیدنا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا واحد ذریعہ رسول ہی ہوتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ براہ راست اپنے بندوں سے کلام نہیں کرتا بلکہ اپنے رسول کے واسطے سے ہی کلام کرتا ہے۔ رسول ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور اس کے احکام سے آگاہ کرتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے، اس لیے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا چاہتا ہے اسے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنی پڑے گی، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "جس نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی" (سورۃ النساء، آیت:٨٠)

رسالت محمدی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیات: حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر آکر تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو جو کمالات علیحدہ علیحدہ عطا فرمائے تھے وہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت میں تمام شامل کر دیے گئے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی

KARACHIEDU.COM

شریعت خصوصی فضیلت کی حامل ہے ان تمام رسولوں کی شریعتوں کے جملہ فضائل کو اپنے اندر سمیٹے ہوئی ہے۔ جن میں سے چند خصوصیات یہ ہیں: • عمومیت و عالمگیریت • پہلی شریعتوں کا نسخ • کاملیت • حفاظت کتاب • سنت نبوی کی حفاظت • جامعیت • ختم نبوت۔

ختمِ نبوت: "ختم" کے لغوی معنی ہیں مُہر لگانا کسی چیز کی انتہا اور کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانا۔ ختمِ نبوت کا مطلب ہے کہ نبوت کا سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور یکے بعد دیگرے کئی انبیاء کرام علیہم السلام آئے یہ سلسلہ حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر ختم ہو گیا۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد کسی بھی طرح جو نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہے اور اسلام کے دائرے سے خارج ہے۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے والی کتاب یعنی قرآن مجید پوری انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی آخری ابدی الہامی کتاب ہے، اس کے بعد کوئی دوسری کتاب نازل نہیں ہوگی۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری سے ہدایت کا سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا، دین مکمل ہو گیا اب ختمِ نبوت ہو گئی۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (المائدہ:۳)۔ ترجمہ: آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمھارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

ختمِ نبوت کی ضرورت: جب دین مکمل ہوا اور دین اسلام پر رضائے الٰہی کا واضح اظہار ہوا یہ حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی اور رسول ہونے کا اعلان ہے کہ اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں رہی۔ حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا: مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط (سورۃ الاحزاب:۴۰) ترجمہ: محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ تمھارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں لیکن اللہ کے پیغمبر اور نبیوں کی مہر یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کر دینے والے ہیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ترجمہ: میری امت میں تیس (۳۰) ایسے جھوٹے ہوں گے جن میں سے ہر ایک اپنے نبی ہونے کا دعوی کرے گا حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں" (ابو داؤد، حدیث: ۴۲۵۲)۔ ذکر کردہ حدیث سے واضح ہے کہ حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ آخری نبی ہیں اور یہ امت آخری امت ہے، اب کوئی بھی نبی نہیں آئے گا، اگر کوئی ایسا دعوی کرے تو وہ جھوٹا ہوگا۔

چنانچہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے پر تمام امت کا اجماع و اتفاق ہے۔

KARACHIEDU.COM

حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے کی وجہ: حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے کی کچھ وجوہات یہ ہیں:

- حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر ایک ایسی جامع اور ہمیشہ رہنے والی کتاب نازل کی گئی جس کے الفاظ اور واحکام ابھی تک محفوظ ہیں اور قیامت تک محفوظ رہیں گے۔ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو دین کامل اور مکمل شریعت دی گئی، جس میں ایسی جامع اور اصولی تعلیم دی گئی ہے کہ اس کو سامنے رکھ کر قیامت تک پیش آنے والے مسائل کا حل نکالا جاسکتا ہے۔
- حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوموں، علاقوں اور قبیلوں کی طرف نبی ہو کر آئے۔ ان کی نبوت وقتی تھی اور اپنی قوموں کے لیے خاص تھی، جبکہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پوری انسانیت اور بین الاقوامیت کے لیے عام ہے اور قیامت تک آنے والے سب انسانوں کے لیے ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے تمام تعلیمات کی صداقت پر یقین رکھیں۔ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت واتباع کریں، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے بے پناہ محبت کرتے ہوئے اپنی تمام خواہشات کو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے احکام کے تابع کریں، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا بے حد ادب و احترام کریں، آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و جلال کی وجہ سے ہمیشہ تواضع و انکساری سے رہیں۔ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے اجتناب کریں، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی امت (تمام مسلمانوں) کے خیر وخواہ رہیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے پیغام کو اپنے قول اور عمل سے آگے پھیلائیں۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	ختم نبوت کے بارے میں آیت اور حدیث یاد کرکے چارٹ پر لکھ کر کلاس میں آویزاں کریں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ رسالت اور نبوت کے لغوی اور اصطلاحی معنی و مفہوم تحریر کریں۔

۲۔ عقیدہ رسالت پر تفصیلی مضمون لکھیں۔

KARACHIEDU.COM

۳۔ اطاعت واتباعِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

۴۔ عقیدہ ختمِ نبوت کی تشریح کریں۔

۵۔ دینِ اسلام میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت کی کیا اہمیت ہے؟ تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ نبی یا رسول کسے کہتے ہیں؟

۲۔ آخری رسالت محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیات تحریر کریں۔

۳۔ ختمِ نبوت کے متعلق قرآن مجید و حدیث ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے؟

۴۔ ایمانِ کامل کی پہچان کیا ہے؟ تحریر کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ نبوت و رسالت ایک ایسا منصب ہے جو:

(الف) کوئی بھی انسان محنت کر کے حاصل کر سکتا ہے۔ (ب) عبادت گزار لوگوں کو ملتا ہے۔

(ج) خدمتِ خلق کرنے والوں کو ملتا ہے۔ (د) اللہ تعالیٰ اپنے خاص منتخب بندوں کو عطا کرتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی ہدایت و رہبری کے لیے بھیجا ہے:

(الف) کتاب (ب) نبی

(ج) فرشتہ (د) جن

۳۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے پہلے نبی ہیں:

(الف) حضرت آدم علیہ السلام (ب) حضرت موسیٰ علیہ السلام

(ج) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (د) حضرت ابراہیم علیہ السلام

ہدایات برائے اساتذہ کرام

اساتذہ عقیدہ ختمِ نبوت کو طلبہ کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کے لیے دورِ حاضر کے تقاضاؤں کے مطابق مزید واضح کریں

KARACHIEDU.COM

ا۔ عبادت کی اہمیت و افادیت

حاصلاتِ تعلم

- عبادت کا معنی و مفہوم بیان کر سکیں۔
- عبادت کی اہمیت و افادیت بیان کر سکیں۔
- عملی زندگی میں عبادت کے اثرات بیان کر سکیں۔

عبادت کے معنی و مفہوم: عبادت عربی زبان کا لفظ ہے جو "عبد" سے مشتق ہے، عبادت کے لفظی معنی بندگی، عاجزی و انکساری اور اطاعت و فرمانبرداری کے ہیں۔ اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے اسوہ حسنہ کے مطابق زندگی گزارنے کا نام "عبادت" ہے۔ یہ عبادت ہر اس عمل کو محیط ہے جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور جس کے کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چوں کہ بندہ کا کام مالک کی اطاعت کرنا ہے خاص طور پر اگر وہ مالک احکم الحاکمین ہے تو اس کے احکام کو اپنے لیے باعث خوشی اور باعث مسرت و اطمینان سمجھنا ہی ایک بندہ کی معراج ہے۔

عبادت کی اہمیت و افادیت: اسلام میں ایمان یا عقیدہ کی درستی کے بعد سب سے پہلے عبادات پر زور دیا گیا ہے۔ اور عبادات اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہ راست رابطہ اور تعلق، قربِ الٰہی کی عملی صورت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔" (الذاریات:۵۶)۔ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔" (البقرہ:۲۱)۔ اس آیت سے عبادت کا مقصد "تقویٰ" ہے جو کہ دل کی پاکیزگی، روح کی صفائی اور عمل کے اخلاص کے بعد کی منزل ہے، یہ انسان کی وہ قلبی کیفیت ہے جس سے نیک اعمال کا شوق اور برائیوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ (سورۃ الانعام:۱۶۲) ترجمہ: یہ بھی کہہ دو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔ ہر روز ہر نماز میں مسلمان بار بار صراط مستقیم (سیدھا راستہ) کے لیے دعا کرتا ہے۔ مذکورہ آیت میں صراط مستقیم کا مختصر جامع خاکہ پیش کر دیا گیا ہے جو کہ اسلامی زندگی کی روح ہے۔ اسلامی معاشرہ کی جان ہے۔ آیت میں بتایا گیا کہ مسلمان کا ہر سانس ہر قدم اور ہر کام اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے کسی غیر اللہ یا اپنی خواہش نفس کے لیے نہیں۔ اور یہی مسلمان کی زندگی کا مقصد و منشا ہے۔

KARACHIEDU.COM

عبادت کے تقاضے: ہمیں اللہ تعالیٰ کے تمام احکام ماننے چاہییں۔ ان پر عمل کرنا چاہیے، جس کو اس نے حرام ٹھہرایا ہے اسے ترک کرنا چاہیے اور جن چیزوں کو فرض قرار دیا ہے ان کو ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کی جائے۔ زندگی کے ہر شعبے کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے میں لانا، یعنی کلی اطاعت کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ (البقرہ:۲۰۸)

انسان کی عملی زندگی پر عبادت کے اثرات: اسلام کا نظام عبادت انسان میں دوسرے انسانوں کے لیے محبت و ہمدردی کے جذبات پیدا کرتا ہے، اس لیے ایک مسلم دوسرے لوگوں کے ساتھ محبت والفت رکھتا ہے اور ان کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے اور انھیں دکھ سکھ میں کام آتا ہے۔ اسی طرح یہ عبادات صبر و تحمل کا سبق بھی دیتی ہیں۔ اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اجتماعی مفاد کے لیے اپنے ذاتی مفاد کو قربان کرنے کا جذبہ بھی بیدار کرتی ہیں۔

- عبادات انسان کو سماج کے ساتھ مل جل کر رہنے کا سبق دیتی ہیں، اس لیے انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہنا سیکھ جاتا ہے اور معاشرہ پسند بن جاتا ہے۔
- عبادت کی پابندی سستی، کاہلی اور وقت کے ضائع کرنے جیسی بری خصلتوں کو ختم کر دیتی ہے۔
- نماز کی پابندی سے انسان کے اندر اوقات کی پابندی، ظاہری و باطنی طہارت و پاکیزگی، قائد کی اطاعت اور اجتماعیت کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ اور وہ برائیوں اور بے حیائی سے رک جاتا ہے۔
- روزہ انسان میں تقویٰ پیدا کرتا ہے یعنی خوفِ خدا آدمی کو نیکی اور برائی کی تمیز کراتا ہے۔
- زکوٰۃ کے ذریعے انسان کے اندر سے مال کی محبت کم ہوتی ہے اور وہ اپنے جیسے دیگر انسانوں کی مالی مدد کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔
- حج عالمی طور پر اجتماعیت کا درس دیتا ہے۔
- لوگوں کے کام آنا، صلہ رحمی کرنا اور اپنے ماتحتوں کی کفالت کرنے والے اعمال سے آپس میں میل جول اور تعلقات بہتر ہوتے ہیں۔ عبادت کے یہ تمام ثمرات مؤمن کو اس کی نیت اور اخلاص کی بنیاد پر حاصل ہوں گے۔ چنانچہ عبادت میں نیت کی درستگی اور اخلاص اس کے قبولیت کی کلید ہے پھر ہر نیکی مومن کے لیے عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ اور اس پر قائم رہنے کے لیے بھی تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: تو اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو۔ (مریم:۶۵)
- یہی وہ عبادات ہیں جو انسان کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے میں بھلائیوں اور نیکیوں کی ترویج کا ذریعہ بنتی ہیں اور مومن کے لیے دنیوی و آخروی سعادتوں کا سبب بنتی ہیں۔

KARACHIEDU.COM

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ "عبادت" پر تفصیلی مضمون تحریر کریں۔

۲۔ عبادت کے عام زندگی پر اثرات تحریر کریں۔

۳۔ عبادت کی اہمیت وافادیت تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ عبادت کے لغوی اور شرعی معنی کیا ہیں؟

۲۔ عبادت کے چند تقاضے تحریر کریں۔

۳۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کا ترجمہ تحریر کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو پیدا کیا ہے:

(الف) عبادت کے لیے (ب) زراعت کے لیے

(ج) تجارت کے لیے (د) صنعت وحرفت کے لیے

۲۔ حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے اسوہ حسنہ کے مطابق زندگی گزارنے کا نام ہے:

(الف) معیشت (ب) معاشرت

(ج) عبادت (د) تجارت

۳۔ انسان کو پیدا کرنے کا مقصد ہے:

(الف) زمین کو آباد کرنا (ب) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا

(ج) تجارت کرنا (د) کھیتی باڑی کرنا

KARACHIEDU.COM

۲۔ جہاد

تعارف، اہمیت اور اقسام

حاصلاتِ تعلم

- جہاد کا تعارف بیان کر سکیں۔
- جہاد کی فضیلت و اہمیت واضح کر سکیں۔
- جہاد کے اقسام بیان کر سکیں۔

جہاد کا معنی و مفہوم: جہاد عربی زبان کا لفظ ہے جو "جہد" سے ماخوذ ہے۔اس کی لُغوی معنی ہے: محنت وجدوجہد، انتہائی کوشش وجستجو کرنا۔

شرعی اصطلاح: اللہ عزوجل کی رضا کے خاطر ہر وہ جدوجہد و کوشش کرنا جو اللہ کے دین کی سربلندی، حفاظت، ملک وملت کے تحفظ و دفاع کے لیے ہو۔ نیز ہر وہ کوشش و جدوجہد جو معاشرے کی اصلاح کے خاطر نیکی و بھلائی کی ترویج کے لیے ہو، اور برائیوں وخرابیوں کو ختم کرنے کے لیے ہو۔

جہاد کی فضیلت و اہمیت: اسلام نے جہاد کو بہت زیادہ اہمیت و فضیلت دی ہے۔ کیوں کہ دنیا میں، بگاڑ، ظلم اور ہر قسم کی بد عملیاں، جو معاشرے کے اندر فتنہ وفساد کا سبب بنتی ہیں، ان سب کو ختم کر کے، دنیا میں امن وسلامتی کی فضا قائم کرنا اور انسانی حقوق کا تحفظ صرف اور صرف جہاد کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (التوبہ: ۴۱) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے، یہ بہتر ہے تمھارے حق میں اگر تم علم رکھتے ہو۔

جہاد کی تاکید کے حوالے سے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے: جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس نے اپنی زندگی میں عملی طور پر نہ جہاد کیا اور نہ ہی جہاد کی خواہش کی تو اس نے نفاق کے ایک درجے پر وفات پائی۔ (صحیح مسلم: ۱۹۱۰)۔

جہاد کی اقسام اور اس کی عملی صورتیں:

۱۔ نفسانی خواہشات کے خلاف جہاد: انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت سے جو اندرونی قوت روکتی ہے وہ اس کا نفس امارہ ہے جو انسان کو گناہوں، برائیوں اور نافرمانیوں کے لیے ابھارتا ہے جن میں خود پسندی، بغض، غیبت، جھوٹ اور بدکلامی اور دیگر نفسانی خواہشات کا مسلط ہونا جو انسان کے اعمال و کردار کو بگاڑ کر رکھتے ہیں۔

KARACHIEDU.COM

اس نفس امارہ پر قابو پانا جہاد کے زمرے میں آتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اور اپنے نفس کی خواہشات سے خود کو روکے رکھا تو اس کے لیے ہمیشہ رہنے والی جگہ جنت ہے۔ (سورۃ النازعات: ۴۰)۔

نبی اکرم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اس شخص کو جو اپنے نفس پر قابو پاتا ہے اسے مجاہد قرار دیا ہے۔ فرمایا: ”المجاهد من جاهد نفسه“۔ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے۔ (سنن ترمذی: ۱۶۲۱) بعض روایات میں نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔

۲۔ منکرات کو ختم کرنے کے لیے جہاد: کسی بھی معاشرے میں جب انفرادی برائیاں عام ہو جاتی ہیں تو آگے بڑھ کر اجتماعی شر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ ان تمام برائیوں کو اسلام نے منکرات کا نام دیا ہے۔

چوں کہ اسلامی معاشرہ باہمی خیر و فلاح کے اصولوں پر قائم ہے۔ لہٰذا ہر وہ عمل جو معاشرے میں بگاڑ پیدا کرے اسلام نہ صرف اسے رد کرتا ہے بلکہ مومنوں کو اسے مٹانے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام نے اس امر پر بھی تاکید کی ہے کہ معاشرتی نظم ہر صورت میں پُر امن اور منظم رہے۔ جو باہمی رواداری کے رویوں کی ترویج کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اور ان اعمال کی نشاندہی بھی کی ہے جو منکرات کے ضمن میں آتے ہیں۔ ان معاشرتی منکرات میں ظلم و زیادتی، چوری، لوٹ مار، لسانی و قومی امتیازات کی بنیاد پر رویے، جھوٹی گواہی، زیادتی و رشوت ستانی، ملاوٹ و ناپ تول میں کھوٹ، فاسد رسومات، حقدار کی حق تلفی و دیگر منکرات وغیرہ شامل ہیں۔

اسلام میں معاشرے کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ منکرات سے خود بھی بچے اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرے۔ یہ کوشش انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی ہے۔

منکرات کو ختم کرنے اور اصلاح معاشرہ کے لیے قرآن مجید نے مختلف اسالیب ذکر کیے ہیں۔ کہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر، کہیں دعوت و ابلاغ اور کہیں تواصی بالحق والصبر کا نام دیا گیا ہے۔ امت کے ہر فرد کو اپنی بساط کے مطابق یہ فریضہ انجام دینا ہے۔ رسول کریم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد مبارک ہے: ”مَنْ رَّاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ۔“ (صحیح مسلم: ۴۹) تم میں سے کوئی شخص منکر کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے دور کرے اگر ہاتھ سے دور نہیں کر سکتا ہے تو زبان سے اگر زبان سے نہیں کر سکتا ہے تو اپنے دل ہی میں اس کو برا سمجھے۔

علماء نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ منکرات کو قوت و طاقت سے مٹانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ زبان و قلم سے علماء و اہل قلم کی ذمہ داری ہے اور امت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ برائی کو برا سمجھے اور اس سے اجتناب کرے۔

KARACHIEDU.COM

اسی طرح اسلام نے اس بات کی بھی تاکید کی ہے کہ مومن خود بھی حق پر قائم رہے، حق بات کہے اور دوسروں کو بھی حق پر قائم رہنے پر آمادہ کرے۔ اور حق کی سربلندی کے لیے کوشاں رہے۔ اسی عمل کو افضل الجہاد کہا گیا ہے۔

رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے: افضل الجهاد كلمة عدلٍ عند سلطان جائرٍ۔ (سنن ابی داؤد: ۴۳۴۴) ظالم حکمران کے سامنے حق کہنا افضل جہاد ہے۔

جہاد بالسیف / مسلح جہاد (قتال):

جہاد بالسیف یعنی تلوار سے جہاد: اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی دشمن کسی اسلامی ملک پر حملہ کر دے تو اس ملک پر اپنی سرحدوں اور شہریوں کے دین، ایمان، جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے قتال فرض ہو جاتا ہے۔

مسلح جہاد کی فرضیت: حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے جب ریاست مدینہ کی بنیاد ڈالی تو کفار مکہ و دیگر دشمنانِ اسلام کا غیض و غضب بہت زیادہ بڑھ گیا اور اس نئی ریاست کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے مزید سرگرم ہو گئے اور طرح طرح کے منصوبے بنانے لگے جن کے نتیجے میں اسلامی ریاست کے وجود، اور مسلمانوں کے جان، مال و عزت کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے دفاع کے لیے مسلمانوں کو ان کفار سے جہاد مسلح کرنے کی اجازت دی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: جن مسلمانوں سے خوا مخواہ لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے کہ وہ بھی لڑیں کیوں کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا وہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ (الحج: ۳۹)۔ سورۃ الحج کی یہ آیت قتال کی فرضیت کے حوالے سے پہلی اور ابتدائی آیت ہے۔ اس وقت چوں کہ اسلامی ریاست کا فوجی نظام نہیں تھا اس لیے تمام عاقل و بالغ مرد مومنوں پر قتال یعنی جہاد فرضِ "عین" تھا۔

جہاد بالسیف کی فرضیت کے اسباب:

الف: کفار کی دشمنی اور ان کے پُر خطر عزائم: مکہ مکرمہ میں جو شخص بھی اسلام قبول کرتا تھا تو دشمنان اسلام کی طرف سے ان پر ظلم و ستم کیا جاتا اور اذیتیں دی جاتی تھیں، جن کا بنیادی سبب "کلمۃ الحق" یعنی لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ تھا۔ اس کلمۃ الحق کو کفار اپنے عقیدہ کے برخلاف سمجھتے تھے، کسی بھی صورت میں اس کلمۃ الحق کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھے، چنانچہ مسلمانوں کے لیے مکہ کی زمین تنگ کر دی اور مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دے گئے ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ (الحج: ۴۰)

KARACHIEDU.COM

کفار مکہ کی مسلمانوں سے شدت کی مخالفت و دشمنی کا اندازہ اس آیت سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔: ترجمہ: اور یہ لوگ (کفار) ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر مقدور رکھیں تو تم کو تمھارے دین سے پھیر دیں۔ (البقرہ:۲۱۷)

ب: اسلامی ریاست کے وجود کو خطرہ: کفار جس کلمۃ الحق کو مکہ میں برداشت نہیں کر پا رہے تھے، اسی کلمۃ الحق پر مدینہ میں ایک ریاست کی بنیاد ڈالی گئی تو کفار کا یہ اندیشہ بڑھ گیا کہ اسلام کی طاقت ان کے لیے ایک مستقل خطرہ بن جائے گی۔ تو ان کی نیندیں اڑ گئیں۔ اور مخالفانہ کوششیں تیز سے تیز کر دیں، اور اس اسلامی ریاست کو ختم کرنے کے لیے جنگ کے منصوبے بنانے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دفاع کے لیے یہ احکام جاری فرمائے۔ ترجمہ: اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں، تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (البقرہ:۱۹۰)

زیادتی نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ قوت کا استعمال وہاں کرو جہاں ناگزیر ہو اور اس حد تک کرو جتنی اس کی ضرورت ہو۔

مقاصد مسلح جہاد: قرآن کریم نے اسلامی سلطنت کے دفاع و تحفظ کے علاوہ اسلحہ کے ساتھ جہاد کرنے کے کچھ اور مقاصد بھی بتائے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

الف: عہد شکنی کی سزا: اسلام نے معاہدوں کی پابندی کے لیے بہت زیادہ تاکید کی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: "اور جب اللہ سے عہد (واثق) کرو تو اس کو پورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو کہ تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔ (النحل:۹۱)۔

اسلام نے اس قوم کے ساتھ لڑائی کرنے کا حکم دیا ہے جو اسلامی حکومت کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرے پھر اس معاہدے کو پس پشت رکھتے ہوئے جنگی عزائم رکھے۔ قرآن کریم نے رسول اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے: "جن لوگوں نے تم سے (صلح) کا عہد کیا ہے پھر وہ بار بار اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور (اللہ سے) نہیں ڈرتے۔ اگر تم ان کو لڑائی میں پاؤ تو انھیں ایسی سزا دو کہ جو لوگ ان کے پس پشت ہوں ان کو (اس سے) عبرت ہو۔ اور اگر تم کو کسی قوم سے دغابازی کا خوف ہو تو (ان کا عہد) ان ہی کی طرف پھینک دو (اور) برابر (کا جواب دو) کچھ شک نہیں کہ اللہ دغابازوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الانفال:۳۶تا۳۸)۔

اگرچہ ان آیات کا شان نزول خاص موقع کے لیے ہے مگر اس کا حکم عام ہے۔ یعنی اسلام میں بدعہد قوم کے ساتھ کسی قسم کی بھی رعایت نہیں ہے اور جو قوم معاہدہ کرنے کے بعد اس کو توڑ کر لڑائی کے لیے کوشاں رہتی ہے تو اسلام نے اسلامی حکومت کو اس سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

KARACHIEDU.COM

ب: احترام انسانیت اور مظلوموں کی دستگیری: اسلام حرمت انسانی کا عظیم تر پیغام رکھتا ہے۔ اس پیغام میں انسانیت کے لیے جو اصول رکھے ہیں ان میں مظلوموں کی حمایت اور مدد کرنا، ان کو ظالم کے ظلم سے چھٹکارہ دلانا، اسلامی حکومت کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے۔

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ترجمہ: اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے ان کو ہمارا مددگار مقرر فرما (النساء:۷۵)۔

اگرچہ اس آیت کا اشارہ ان مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں کی طرف ہے جو مکہ میں رہ گئے تھے۔ اور ہجرت نہ کر سکے تھے ان کو کفار کی طرف سے تکلیفیں اور اذیتیں دی جارہی تھیں۔ حتیٰ کہ ان کا جینا حرام کر دیا تھا۔ مگر اس آیت میں اسلامی جنگ کا بلند مقصد بیان کیا گیا ہے کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں انسانوں کے حقوق پامال کئے جارہے ہوں اور ان کے لیے وہاں کی زمین تنگ کر دی جائے۔ خواہ ان کا کسی بھی مذہب یا قوم سے تعلق ہو تو اسلامی حکومت کا فرض بنتا ہے کہ حسب موقعہ وامکان ان مظلوموں کی مدد کر کے ان کو ظلم سے نجات دلائے۔

ج: فتنہ و فساد کا خاتمہ: اسلامی تعلیمات کے بنیادی مقاصد میں، قیام امن، محبت و رواداری کا فروغ، ظلم اور فتنہ وفساد کو ختم کرنا ہے۔

دنیا میں جہاں کہیں بھی ملک گیری، یا کسی بھی گروہ کا اپنے مذموم مقاصد کے لیے کمزوروں پر چڑھائی کر کے ظلم و زیادتی، فتنہ وفساد برپا کر کے خلق خدا کے امن و سکون کو خطرے میں ڈالے، تو اس قسم کی فتنہ سازی اور ظلم و جبر سے باز رکھنے کے لیے قرآن مجید نے اسلامی ریاست کو جنگ کرنے کی تاکید کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد نابود ہو جائے اور (ملک میں) اللہ ہی کا دین ہو جائے اور اگر وہ (فساد سے) باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں (کرنی چاہیے)۔

اس آیت میں اسلامی جنگوں کا مقصد، زمین پر فتنہ و فساد کا قلع قمع کرنا ہے اور دنیا میں امن و آشتی کی فضا قائم کرنا ہے۔

مسلح جہاد کے شرائط: اسلام نے مسلح جہاد کے لیے کچھ شرائط رکھی ہیں ان شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے جہاد کرنا چاہیے۔

الف: اعلاء کلمۃ اللہ۔ (اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے): مسلح جہاد کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہو۔

KARACHIEDU.COM

ب: اسلامی ریاست کی طرف سے اعلان: مسلح جہاد کی دوسری شرط یہ ہے کہ قتال کا اعلان ریاست کی طرف سے ہو۔ اسلام میں قتال کے اعلان کی مجاز صرف اور صرف ریاست ہے کسی فرد یا جماعت کے اعلان یا فتویٰ (جنگ کے لیے) کی شرعی حیثیت نہیں ہے بلکہ اس قسم کے فتوے یا اعلان فساد فی الارض کے زمرے میں آتے ہیں۔

ج: مناسب حد تک فوجی طاقت میسر ہو: مخالف قوت سے لڑنے کے لیے حکومت کے پاس موافق طاقت و قوت میسر ہو۔ قرآن مجید نے اسلامی ریاست کو مضبوط رکھنے کے لیے تاکید کی ہے۔ فرمایا: ترجمہ: اور جہاں تک ہو سکے (قوت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے (مقابلے کے) لیے مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمھارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ جانتا ہے۔ ہیبت بیٹھی رہے گی اور تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تم کو پورا پورا دیا جائے گا۔ اور تمھارا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانو! تمھارے پاس سامان جنگ اور ایک مستقل فوج ہر وقت تیار رہنی چاہے تاکہ بوقت ضرورت فوراً کارروائی کر سکو اور دشمن کا بھرپور مقابلہ کر سکو۔

د: لڑائی میں جاہلیت والے طریقے استعمال نہ کیے جائیں: لڑائی کے وقت صرف ان سے لڑا جائے جو مقابلے میں ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہیں اور جنگ کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، زخمیوں اور عام شہریوں پر دست درازی نہ کی جائے، دشمنوں کے مقتولوں کا مثلہ نہ کیا جائے، کھیتوں، مکانوں اور مویشیوں کو خواہ مخواہ برباد نہ کیا جائے۔

جہاد اور قتال میں فرق: جہاد کے معنی ہیں کسی مقصد کے حصول کے لیے اپنی انتہائی کوشش صرف کرنا، جہاد محض جنگ کا ہم معنی نہیں ہے۔ جنگ کے لیے قتال کا لفظ استعمال ہوتا ہے جب کہ جہاد اس سے وسیع تر مفہوم رکھتا ہے اس میں ہر قسم کی جدوجہد شامل ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ یہ ہے کہ سب کچھ صرف اللہ کی رضا کے لیے اس غرض سے کیا جائے کہ اللہ کا دین اس کی زمین پر قائم ہو۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ جہاد کی فضیلت و اہمیت بیان کریں۔

۲۔ جہاد کی قسمیں بیان کریں۔

۳۔ جہاد کی شرائط تحریر کریں۔

KARACHIEDU.COM

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ جہاد کا معنی و مفہوم کیا ہے؟

۲۔ جہاد کے مقاصد بیان کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ جہاد کی اقسام ہیں:

(الف) ۳ (ب) ۴

(ج) ۵ (د) ٦

۲۔ جہاد بالسیف کا مطلب ہے جہاد کرنا:

(الف) دل سے (ب) زبان سے

(ج) اسلحہ سے (د) قلم سے

۳۔ بعض روایات میں نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو کہا گیا ہے:

(الف) جہاد اصغر (ب) جہاد اکبر

(ج) جہاد اوسط (د) جہاد اعظم

KARACHIEDU.COM

ا۔ بعثتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

حاصلاتِ تعلم

- بعثت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے قبل حالات عرب بیان کر سکیں۔
- بعثت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا مفہوم بیان کر سکیں۔
- بعثت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے آثار اور مقاصد بیان کر سکیں۔

بعثت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے قبل حالات عرب:

مکہ مکرمہ: مکہ مکرمہ عربستان کا بڑا شہر اور قریش کا روحانی و سماجی مرکز بن چکا تھا، تجارتی سرگرمیوں، تمدن، معیشت اور ترقی کے باعث یمن کے مشہور شہر صنعاء کے ہم پلہ ہو چکا تھا۔ قریش کے تجارتی قافلے سال میں دو مرتبہ شام اور یمن کا سفر کرتے تھے، جس کی بدولت اہل مکہ زندگی کی ہر سہولت سے مالا مال تھے۔ پانچویں صدی عیسوی کے دوران مکہ کے سردار قُصَیّ بَنُ کِلاب (جو حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی پانچویں پشت میں دادا ہیں) نے مکہ کا جو انتظامی ڈھانچہ بنایا تھا وہ اس وقت تک برقرار تھا، جس کی بنیاد اتحاد، تعاونِ اجتماعی، عمومی مفاہمت اور انتظامی امور کی باہمی تقسیم پر تھی، چنانچہ جنگی معاملات، تجارت اور دیگر سماجی معاملات کے حل کے لیے "دارالندوہ" نامی مجلس مشاورت قائم تھی۔

مکہ شہر کے بہتر انتظام، معاشی اور تجارتی سرگرمیوں اور متمدن سماجی نظام کے باعث اس کے بہت سے خاندان بڑے مالدار اور سرمایہ دار ہو چکے تھے، ان میں سے بعض ایسے لوگ بھی تھے جو صدقہ خیرات کرتے، محتاجوں اور مساکین کی امداد کرتے۔ لیکن بعض ایسے بھی تھے جن کا سودی اور ناجائز ذرائع کا کاروبار تھا، وہ عیاش، ضدی اور کمزور طبقہ کے لیے سخت گیر تھے، انھیں مال و اولاد پر غرور تھا، وہ دوسروں کو حقیر سمجھتے تھے، سماجی برائیوں مثلاً: شراب نوشی، ظلم، بدکاری، فحاشی، ناجائز ذریعہ آمدن (ڈاکہ، چوری، جوا) کو برا نہ سمجھتے تھے۔ پڑوسیوں کو تکلیف دینا، صلہ رحمی کا پاس نہ رکھنا، ناحق خون بہانا ان کا مشغلہ تھا، چنانچہ ان غیر انسانی رویوں کی وجہ سے وہ سخت دل، خشک مزاج اور بے رحم طبع ہو چکے تھے۔ حجاز کے باقی حصوں میں بھی بدانتظامی اور آوارگی کی وجہ سے لوگ سرکش ہو چکے تھے اپنے ہی لوگوں سے لڑنا جھگڑنا اور مارنا ان کے یہاں جرأت اور فخر سمجھا جاتا تھا۔ اپنی ہی بچیوں کو زندہ درگور کرنے پر فخر کرتے تھے۔

جہالت عام ہونے کی وجہ سے بت پرستی ان کا مذہبی شعار بن چکی تھی۔ صرف خانہ کعبہ کے اندر ہی تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ بعثت کے وقت جب حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے تو دنیا کا حال یہ تھا

KARACHIEDU.COM

کہ ظهرالفساد فی البر والبحر (الروم:۴۱) خشکی اور تری میں فساد برپا تھا (دنیائے مذاہب اور عالم تہذیب و تمدن میں عقائد و اعمال میں خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں)۔

بعثت نبوی صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا مفہوم: حضور کریم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر مبارک چالیس سال کو پہنچ گئی تھی اور آپ کریم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ رمضان کے مہینے میں حسب معمول غار حرا کی تنہائیوں میں مشغول عبادت تھے کہ ایک دن جبریل علیہ السلام اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے آپ کریم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس آیا اور نور نبوت کی جو شمع آپ کریم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے سینے مبارک میں مخفی تھی اسے وحی الٰہی کے ان الفاظ کے ساتھ روشن کر کے آپ کریم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو نبوت و رسالت سے سرفراز کیا۔ اور قرآن مجید کی یہ آیات پڑھیں: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۚ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ ﴿۳﴾ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ؕ ﴿۵﴾ (العلق:۱-۵)۔ ترجمہ: اے نبی صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا۔ (۱) جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ (۲) پڑھو اور تمھارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ (۳) جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ (۴) اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔ (۵) یہ آیات قرآنی پہلی وحی کی حیثیت سے محمد بن عبد اللہ کو محمد رسول اللہ بن عبد اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو نبوت کے شرف سے مشرف کر گئی۔ جن کی نبوت آخری نبوت اور جن کی شریعت آخری شریعت ہے۔ یہاں سے نبوت کا آغاز اور وحی کا نزول شروع ہوا۔

بعثت نبوی کے آثار: اعلانِ نبوت کے بعد اگر کوئی خارقِ عادت واقعہ کسی پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اس کو "معجزہ" کہا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا غیر معمولی واقعہ جو عمومی طریقے اور طرز سے نمودار نہ ہو اور کسی نبی کی بعثت کی طرف اشارہ کرتا ہو وہ "نبوت کے آثار" میں شمار ہوتا ہے۔

بعثت سے چھ برس قبل نبی اکرم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو ایک روشنی اور چمک نظر آنے لگی تھی، جس کو دیکھ کر آپ کریم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ بے حد مسرور ہوتے تھے، اس چمک اور روشنی میں کسی قسم کی آواز نہیں ہوا کرتی تھی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جب کبھی کسی پیغمبر پر وحی کی شروعات ہوتی ہے تو سب سے پہلے انھیں سچے خواب دکھائے جاتے ہیں۔ بخاری شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی، چنانچہ آپ کریم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ رات کو جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح کو روشنی کی طرح واضح اور سچا ہوتا تھا۔

KARACHIEDU.COM

حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ جب مکہ مکرمہ کے راستوں سے گذرتے تو پتھروں اور درختوں سے آواز آتی "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ" (اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو) جب آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اپنے دائیں بائیں مڑ کر دیکھتے تو وہاں پر پتھروں اور درختوں کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا تھا۔ آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ "میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔" (صحیح مسلم:۲۲۷۷)

بعثت نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے مقاصد: تعلیم و تدریس: قرآن کریم کی پہلی وحی کے اندر "پڑھنے" اور "قلم" کا ذکر موجود ہے، پھر حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی بعثت کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان چار نکات کو محور و مرکز قرار دیا۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنانا۔ ۲۔ انھیں پاک کرنا۔ ۳۔ انھیں کتاب کی تعلیم دینا۔ ۴۔ حکمت کی باتیں سکھانا۔ (الجمعۃ:۲)۔ یعنی آیات خداوندی پڑھ کر سنانے والے مبلغ، آیات کی تعلیم دینے والے معلم، آیات کی تفہیم کرنے والے ہادی اور آیات کی تعمیل کرانے والے مصلح تھے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات	طلبہ و طالبات کو سبق کا پس منظر ذہن نشین کرنے کے لیے حجاز مقدس کے قدیم نقشے لائے جائیں، ان میں بعثتِ نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے متعلق جگہوں کی نشاندہی کریں۔ اس کے لیے انٹرنیٹ سے مدد لی جائے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ بعثت نبوی پر مضمون تحریر کریں۔
۲۔ بعثت نبوی سے قبل حالات عرب بیان کریں۔
۳۔ بعثت نبوی کے آثار بیان کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ پہلی وحی کی آیات کا ترجمہ لکھیں۔
۲۔ بعثت نبوی کا مفہوم بیان کریں۔
۳۔ بعثت نبوی کے چند مقاصد بیان کریں۔

KARACHIURDU.COM

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ قریش مکہ سال میں دو مرتبہ جن ملکوں کی طرف سفر کرتے تھے وہ تھے۔

(الف) ایران۔ چین (ب) عراق۔ مصر

(ج) شام۔ یمن (د) حبش۔ یمن

۲۔ اہل مکہ کی مجلس مشاورت کا نام تھا:

(الف) دارالندوہ (ب) دارالہجرۃ

(ج) خانہ کعبہ (د) صفہ

۳۔ سب سے پہلے جو سورۃ نازل ہوئی وہ تھی:

(الف) القلم (ب) المدثر

(ج) المزمل (د) العلق

۴۔ پہلی وحی جس اسلامی مہینے میں نازل ہوئی وہ تھا:

(الف) محرم الحرام (ب) رمضان المبارک

(ج) ربیع الاول (د) شعبان المعظم

KARACHIEDU.COM

۲۔ دعوت و تبلیغ

حاصلاتِ تعلم

- دعوت و تبلیغ کے معنی و مفہوم بیان کر سکیں۔
- دعوت و تبلیغ کے مقاصد و اثرات بیان کر سکیں۔
- دعوت و تبلیغ کے مراحل بیان کر سکیں۔

دعوت و تبلیغ کا مفہوم: عربی زبان میں ”دعوت“ کے لغوی معنی: پکارنے اور بلانے کے ہیں۔ جبکہ ”تبلیغ“ کے معنی ”پہنچانے“ کے ہیں، دینی اصطلاح میں لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا۔ اچھی باتوں اور دینی تعلیم کی طرف بلانے کو ”دعوت دین“ اور ان باتوں کو خیر خواہی کے جذبہ سے دیگر لوگوں، اقوام اور ملکوں تک پوری طرح پہنچانے کا نام ”تبلیغ“ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ (فصلت:۳۳) ترجمہ: اور اس شخص سے بڑھ کر بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے۔

دعوت و تبلیغ کے مقاصد: دعوت و تبلیغ کے بنیادی مقاصد میں سے چند یہ ہیں کہ: لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا جائے: اللہ تبارک و تعالیٰ کو ایک الٰہ اور رب مانا جائے، اللہ کی ذات، صفات اور اختیارات و حقوق میں کسی کو شریک نہ کیا جائے، اسلام کو دین حق سمجھ کر اللہ کے سامنے اپنے آپ کو اس کے ہاں جوابدہ سمجھا جائے، اللہ کے پیغمبروں پر پورا ایمان لا کر ان کی پیروی و اتباع کی جائے، حضرت محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو آخری نبی جان کر ان کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے نیکی کو فروغ دینے پر آمادہ کیا جائے اور برائیوں کو ختم کرنے کی ترغیب دی جائے۔

دعوت و تبلیغ کے مراحل: حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی مکی زندگی میں دعوت و تبلیغ کے تین مرحلے ہیں:

پہلا مرحلہ خفیہ تبلیغ: بعثت کے بعد سے تین برس تک کا عرصہ ہے جو حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بڑی خاموشی اور رازداری کے ساتھ توحید کی تبلیغ میں گزار دیا۔ اس خاموش اور حکیمانہ طرز دعوت و تبلیغ کا نتیجہ یہ نکلا سب سے پہلے مردوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، غلاموں میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس وقت حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ

KARACHIEDU.COM

وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے دعوت و تبلیغ کے کام کو مخفی رکھا، یہی وقت اور حالات کا تقاضا بھی تھا، چنانچہ ابتدا میں اہل خانہ اور قابل بھروسہ دوستوں پر محنت کی گئی، آہستہ آہستہ لوگ اسلام میں داخل ہوتے گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بن گئی، دارارقم کا گھر جو صفا پہاڑی پر واقع تھا ان کے اجتماعات کا مرکز بنا، جہاں پر وہ قرآن کریم کی تعلیم سیکھتے اور نمازیں ادا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو دوسری وحی کے وقت ارشاد فرمایا: ترجمہ: اے چادر میں لپٹنے والے۔(۱) اٹھیں اب خبردار کیجیے۔(۲) اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجیے۔(۳) (سورۃ المدثر:۱۔۳)

دوسرا مرحلہ اعلانیہ تبلیغ: تین برس تک حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ مخفی طور پر دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی تبلیغی مساعی کا دوسرا مرحلہ اس وقت شروع ہوا۔ جب آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ حکم دیا گیا: وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾ (سورۃ الشعراء:۲۱۴) ترجمہ: اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو خبردار کیجئے۔ اس حکم ملنے کے چند روز بعد سیدنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے خاندان عبدالمطلب کو دعوت پر مدعو کیا جس میں ان کے چیدہ چیدہ اور برگزیدہ ارکان بھی شامل تھے اور آپ کے چچا عبد العزیٰ ابو لہب اور دیگر چالیس کے قریب لوگ شامل تھے، کھانا کھانے کے بعد آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے محفل کو مخاطب کرکے فرمایا: میں تمھارے پاس وہ پیغام لایا ہوں، جو عرب کے کسی شخص نے پیش نہیں کیا، یہ دنیا و آخرت دونوں کی فلاح کا پیغام ہے۔ وہ چیز لایا ہوں جو دین اور دنیا دونوں کی سعادت کا سبب ہے۔ تم میں کون ہے جو اس الٰہی مہم میں میرا ساتھ دے؟

حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے بیان کے بعد پوری محفل میں سناٹا چھا گیا اور خاندان کے تمام افراد میں سے صرف نوعمر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ اور عرض کی میں آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ساتھ دوں گا۔ اگرچہ میں سب سے چھوٹا اور کمزور ہوں لیکن اس کے باوجود آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ساتھ دوں گا۔ شرکاء محفل نے آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی دعوت کی طرف توجہ نہ دی اور اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

کوہ صفا: کوہ صفا پر عزیز و اقارب اور اہل مکہ تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کے بعد اللہ ذوالجلال نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو قدرے وسیع پیمانے پر اس پیغام کو پھیلانے کا حکم فرمایا کہ قوم کو دعوت دیں قرآن کریم میں ہے: ترجمہ: ہم نے آپ کی طرف قرآن عربی وحی کے ذریعے بھیجا ہے تاکہ آپ اہل مکہ اور گرد و نواح کے لوگوں کو خبردار

KARACHIEDU.COM

کریں۔(سورۃ الشوریٰ:۷) چنانچہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر اہل قریش کو قبیلوں کے نام لے کر پکارا، قریش جمع ہو گئے، بعض نے اپنے نمائندے بھیجے اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اعلان فرمایا: "یاد رکھو! میں تمھیں اس سے بڑھ کر حق بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا ترجمہ: کہو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تم کامیاب ہو جاوگے۔ یہ سن کر سب سے پہلے آپ کے چچا ابو لہب کہنے لگا: تم ہلاک ہو جاؤ! (نعوذ باللہ) کیا تم نے ہمیں اس لیے جمع کیا ہے؟ اس طرح یہ مجمع منتشر ہو گیا۔

اگلے مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے اس پیغام کو پوری نوع انسانی یعنی بین الاقوامی درجہ دیتے ہوئے فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سورۃ السبا:۲۸) ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور خبر دار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ سیدنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنی دعوتی مہم کو آگے بڑھاتے ہوئے عرب کے موسمی بازاروں عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز (جہاں لوگ کثرت سے جمع ہوتے تھے) میں بھی جا کر آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ انھیں اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اسلام کی تبلیغ کے لیے طائف بھی گئے اور وہاں تقریباً دس دنوں تک لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے میں مصروف رہے۔

دعوت و تبلیغ کے اصول: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جس طرح اسلام کی دعوت و تبلیغ کا حکم فرمایا ہے اسی طرح اس کے اصول و ضوابط بھی بتائے ہیں فرمان الٰہی ہے: اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (سورۃ النحل:۱۲۵) ترجمہ: اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھے وعظ کے ذریعہ لوگوں کو بلایئے اور ان سے بہتر طریقہ سے مکالمہ کریں۔

اس آیت میں دعوت و تبلیغ کے تین اصول بیان کیے گئے ہیں اور کسی بھی بات کو مؤثر انداز میں بیان کرنے کے لیے یہی اصول اپنائے جاتے ہیں: ۱۔ حکمت۔ ۲۔ موعظ حسنہ۔ ۳۔ عمدہ طریقہ پر بحث و مباحثہ۔

حکمت سے تبلیغ: مخاطب کی سطح کے مطابق گفتگو کی جائے اور اس کے اندر بات سننے کی آمادگی پیدا کی جائے۔ دانائی سے مخاطبین کی ذہنی صلاحیت کو سمجھ کر حالات اور موقع و محل کے مطابق علمی و عقلی استدلال کے ساتھ دعوت و تبلیغ کی جائے۔

موعظ حسنہ: بات کو اچھے انداز میں بیان کرنے کا اثر ضرور ہوتا ہے، چنانچہ پُر اثر گفتگو سے مخاطب کے سامنے اچھائی اور برائی کو ظاہر کر کے نصیحت والے انداز میں بات کرنا کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو اور عمدہ طریقہ سے گفتگو کر کے اس کو حق کے لیے قائل کرنا "موعظۂ حسنہ" ہے۔

بحث و مباحثہ: اپنی بات کہنے کے لیے اگر مباحثہ یا مکالمہ کی صورتحال پیش آئے تو پُر دلائل گفتگو کرنا اور مخالف کے موقف کو غلط ثابت کرنے کے لیے بہتر اور اچھی اور شائستہ زبان میں گفتگو اختیار کرنا جس میں افہام و تفہیم ہو، غصہ، جوش اور چیخ چیخ کر بات کرنے سے گریز کرنا۔(وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ)

دعوت و تبلیغ کرنے والے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جس بات کی وہ دوسروں کو تبلیغ کرتا ہے اس پر وہ خود بھی عامل ہو، قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: اور اس شخص سے بڑھ کر بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے۔(فصلت:۳۳)

دعوت و تبلیغ کے اثرات و ثمرات: ابتداء میں انصار مدینہ میں سے ایک شخص سوید بن صامت جو شجاعت و شاعری میں نامور تھا حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ آیا اور حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی زبان مبارک سے قرآن شریف کی چند آیات سن کر اسلام کی حقانیت کا قائل ہو گیا، پھر اس کے میلان اسلام کا اثر دیگر اہل یثرب پر پڑا جس کے نتیجے میں دو تین برسوں کے اندر مدینہ منورہ کے لوگوں کی کچھ تعداد اسلام کی حلقہ بگوش ہو گئی۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور مسلمان مدینہ منورہ جا کر طاقتور ہونا شروع ہو گئے۔ اور حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ یہاں آتے ہی ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ اور آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے مدینہ منورہ اور اس کے گردونواح کے قبائل کے ساتھ معاہدات کیے۔

غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق اور صلح حدیبیہ کے بعد حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے۔ خیبر کی فتح ہوئی۔ حق کی فتح اور باطل کی شکست ہوئی یعنی مکہ مکرمہ فتح ہوا۔

دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حج کے لیے تیار ہوئے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ دعوت دین اور تبلیغ اسلام کے فریضہ کے لیے ہمہ وقت اور ہمہ تن کوشش کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے دین کا بول بالا رہے اور ہم فلاح دارین حاصل کر سکیں۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	اپنے موجودہ ماحول میں دعوت و تبلیغ کے لیے اہم امور / نکات آیت ”ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة“ کی روشنی میں باہمی بحث ومباحثہ / مکالمہ کرنے کے بعد مرتب کریں۔

KARACHIEDU.COM

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ دعوت و تبلیغ کے مراحل کیا ہیں؟ نوٹ تحریر کریں۔

۲۔ دعوت و تبلیغ کے کیا اصول ہیں؟ تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ دعوت و تبلیغ کے معنی اور مفہوم کیا ہیں؟

۲۔ دعوت و تبلیغ کے مقاصد کیا ہیں؟ تحریر کریں۔

۳۔ دعوت و تبلیغ کے اثرات کو مختصر لکھیں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ دعوت کی لغوی معنی ہے:

(الف) بتانا (ب) پڑھانا

(ج) پکارنا (د) بلانا

۲۔ نیک اور اچھی بات دوسروں تک پہنچانے کو کہا جاتا ہے:

(الف) تقریر (ب) تدریس

(ج) تبلیغ (د) تجویز

۳۔ مکہ مکرمہ میں دعوت و تبلیغ کا ابتدائی مرکز تھا:

(الف) دار ارقم (ب) شعب ابی طالب

(ج) کوہ صفا (د) مسجد الحرام

۴۔ داعی کا کام ہے کہ مخاطب کی تنقید سن کر اس سے:

(الف) بدلہ لے (ب) درگذر کرے

(ج) جھگڑا کرے (د) غصہ کرے

ہدایات برائے اساتذہ کرام: موجودہ دور میں جدید ٹیکنالاجی کے ذرائع (کمپیوٹر، موبائل، انٹرنیٹ وغیرہ) کا دعوت و تبلیغ میں کردار پر مضمون تحریر کروائیں۔

KARACHIEDU.COM

۳۔ ہجرت مدینہ اور غزوات

حاصلاتِ تعلم

- ہجرت مدینہ کے اسباب، حالات اور واقعات بیان کر سکیں۔
- غزوات کی معنی، مفہوم اجمالی تعارف بیان کر سکیں۔
- ہجرت مدینہ کے نتائج واثرات بیان کر سکیں۔

ہجرت کے معنی و مفہوم: عربی زبان میں ''ہجرت'' کے معنی جدائی، علیحدگی اور ایک جگہ قطعاً چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا ہیں۔ اسلام میں ''ہجرت'' کا مفہوم ہے: رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اصل وطن اور گھر بار کو چھوڑ کر دوسرے ملک میں سکونت اختیار کرنا، خاص طور پر جہاں وہ محکوم اور مظلوم ہوں، ان کو اسلام پر عمل کرنے میں زندگی گزارنا مشکل ہو تو ایسے حالات میں نقل مکانی کر کے ایسی جگہ چلے جائیں، جہاں دین کے تقاضے پورے کیے جا سکیں اور اس پر عمل کرنا آسان ہو۔

اسلام کی پہلی ہجرت حبشہ کی طرف ہوئی اور دوسری ہجرت ''یثرب'' مدینہ منورہ کی طرف حکم الٰہی کے مطابق ہوئی، مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو وطن بنانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ''مہاجر'' اور ان کی مدد کرنے والے اہلِ مدینہ ''انصار'' کہلاتے ہیں۔

ہجرتِ مدینہ کے اسباب: مدینہ منورہ عرب کا ایک قدیم شہر ہے، جس کا اصلی نام ''یَثرُب'' تھا جو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ہجرت کے بعد ''مَدِیْنَۃُ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ'' (نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا شہر) اور پھر مدینہ منورہ مشہور ہوا۔ مدینہ کی طرف ہجرت کے درج ذیل اسباب ہیں:

ایک طرف مکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشرکین مکہ کی زیادتیاں عروج پر تھیں، تو دوسری طرف یثرب میں اسلام کی عام مقبولیت کے پیشِ نظر مسلمانوں کے لیے ماحول سازگار تھا، چنانچہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت عنایت فرمادی۔ تمام مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے صرف چند باقی رہ گئے جن کو مشرکین نے قید کر رکھا تھا یا وہ غربت اور مجبوری کی وجہ سے نہیں جا سکتے تھے، ان کے علاوہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی کچھ خاص مصلحتوں کی وجہ سے پیچھے رہنے والوں میں شامل تھے۔

KARACHIEDU.COM

مکہ مکرمہ میں دعوتِ اسلام پر پابندی: بعثت نبوی سے پہلے قریش حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو صادق و امین کے القاب سے پکارتے تھے تاہم آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اعلان نبوت کے بعد قریش مکہ آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے جانی دشمن بن گئے، چنانچہ آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے لیے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا بے حد مشکل ہو گیا، اس کے باوجود آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ابتداء میں خفیہ طریقے سے لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے رہے اور تربیت کرتے رہے۔

مسلمانوں پر مظالم: مکہ مکرمہ میں دشمنوں نے اسلام قبول کرنے والے ہر شخص پر مظالم ڈھائے، ان کو جسمانی، ذہنی اذیتیں پہچانے کا کوئی موقع نہ چھوڑتے، یہاں تک کہ انھوں نے حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور دیگر مسلمانوں کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور کر دیا اور ان سے مقاطعہ کر لیا۔ علاوہ ازیں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیتیں دے کر شہید کر دیا۔

ہجرت حبشہ کا حوصلہ افزا تجربہ: قریش مکہ کی سخت روی سے تنگ آکر دو مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے جہاں ان کو اطمینان و آرام میسر ہوا تاہم مخالفوں کی سازشوں کی وجہ سے وہ دوبارہ مکہ مکرمہ لوٹ آئے اور کفار مکہ تکلیفیں اور اذیتیں سہتے رہے۔

اہل مدینہ کا اشتیاق: یثرب کے کچھ نیک حضرات حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے عقبہ کے مقام پر دو مرتبہ بیعت کر چکے تھے اور ان کی تمنا تھی کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ یثرب آکر ہمیں دین کی باتیں سکھائیں لیکن آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے حکم و اذن کے منتظر تھے۔

اذن الٰہی: ان تمام مشکلات کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کے اصرار پر حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے مسلمانوں کو بعثت کے چودھویں برس ۲۷ صفر کو یثرب کی طرف ہجرت کی اجازت فرمائی اور لوگ چھپتے چھپاتے، یثرب کے لیے روانہ ہوتے رہے۔ یہ ہجرت تمام مسلمانوں پر فرض تھی۔

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ہجرت اور واقعات: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے دو پیارے ساتھی حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما، اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر تھے، چنانچہ جب نبوت کا تیرھواں سال شروع ہوا، اور اس وقت تک اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ روانہ ہو چکے تھے، تو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی ہجرت کی تیاری شروع فرمائی۔

KARACHIEDU.COM

دارالندوہ میں کفار کا مشورہ: مشرکینِ مکہ نے جب دیکھا کہ مسلمان ہجرت کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ سکون و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اوس و خزرج جیسے طاقتور قبائل ان کے حمایتی و مددگار بن چکے ہیں، تو ان کو مسلمانوں اور خاص طور پر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے حسد کی وجہ سے پریشانی ہوئی، چنانچہ تمام زعماء قریش دارالندوہ میں جمع ہو کر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے خلاف تدبیریں کرنے لگے۔

غار ثور میں قیام: حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی کفار کے اس مکر سے باخبر فرمادیا تھا اور کفار کی اتنی شدید دشمنی کے باوجود حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس رکھی ہوئی کفار کی امانتیں صحیح سلامت ان کے مالکان تک پہنچانے کی غرض سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر فرمایا "ہمیں ہجرت کا حکم مل چکا ہے، اس لیے ہم آج ہی مدینہ روانہ ہو جائیں گے، آپ میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو جائیں، صبح کو یہ امانتیں مالکان کے سپرد کر کے آپ بھی مدینہ پہنچ جائیں۔"

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ رات کی تاریکی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ سے نکل کر ثور پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے شہر مکہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "تو بڑا پاکیزہ شہر ہے اور مجھے بڑا محبوب ہے۔ میری قوم اگر مجھے یہاں سے نکلنے میں مجبور نہ کرتی تو میں تمھارے سوا کسی اور جگہ نہ جاتا"۔ پھر آپ دونوں نے غارِ ثور کے اندر تین دن تک قیام فرمایا۔

ادھر صبح کے وقت جب کفار نے حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے گھر میں جا کر دیکھا تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پایا اور ان سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے متعلق دریافت کرتے رہے اور پھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی تلاش میں نکل پڑے۔ یہاں تک کہ غارِ ثور تک آ پہنچے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نظر نہیں آئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نوجوان بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دن کے حالات معلوم کر کے رات کے وقت آپ کو باخبر کرتا، شام کے وقت روزانہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بکریاں چراتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کو دودھ دے جاتا، اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کھانا تیار کر کے دینے آتی تھی۔

غار ثور سے مدینہ منورہ روانگی: چوتھے دن حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ غار سے باہر نکلے، عبداللہ بن اریقط نامی شخص کو اجرت پر بطور راستہ دکھانے والا لیا۔ اسی طرح یہ چھوٹا قافلہ ایک دن اور رات مسلسل چلتا رہا، دوسرے

KARACHIEDU.COM

دن دوپہر کے وقت گرمی اور دھوپ کی تپش کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کچھ وقت آرام فرمالیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چاروں طرف نظر دوڑائی تو انھیں ایک بڑے ٹیلے کے قریب کچھ سایہ نظر آیا، چنانچہ وہیں پر پڑاؤ کے لیے رک گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قریب ایک بکریاں چرانے والے چرواہے سے کچھ دودھ لے کر آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو پیش کیا، جب سورج ڈھلنے لگا تو آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے آگے کُوچ کیا۔

قبا میں تشریف آوری: رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سن ۱۴ نبوت بمطابق سنہ ایک ہجری کو بحفاظت قبا بستی میں پہنچ گئے، جہاں آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے چند دن قیام فرمایا اور وہاں ایک مسجد تعمیر کی اور اس میں نماز پڑھی جس کو "مسجد قبا" کہا جاتا ہے۔ جس کے لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے: البتہ جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر اول روز سے پڑی ہے۔

مدینہ منورہ میں پہلے ہی رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے آمد کی خبر پہنچ چکی تھی اس لیے تمام شہر والے آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی آمد کے بڑی شدت سے انتظار کر رہے تھے، وہ روزانہ صبح کو مقام حرہ تک آکر آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا انتظار کرتے اور پھر واپس چلے جاتے تھے۔ ایک دن تمام لوگوں کے واپس ہو جانے کے بعد ایک یہودی نے (جو اپنے قلعہ پر تھا) آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو دیکھا اور چلاّ کر مسلمانوں کو بتانے لگا: اے اہل عرب! تمھارا مہمان آپہنچا۔

مدینہ منورہ میں داخلہ: حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے، بنو سالم بن عوف کی بستی میں پہنچ کر بطن وادی میں جمعہ کی نماز پڑھائی، اسی طرح آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ آ پہنچے، اہل مدینہ نے آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا پُرجوش استقبال کیا اور آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار کیا اور دل کھول کر آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ہر طرح کا تعاون کیا۔

ہجرت کی فضیلت: ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں فائدہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کے بھی حق دار ہوتے ہیں۔ اور ان کے لیے مغفرت، جنت اور بہترین اجر کا انعام رکھا ہے۔ اور انھیں یقین دلایا گیا ہے کہ ان کے اعمال ضائع نہیں ہوں گے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی اور فرمایا کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مرد ہو یا عورت ہو ضائع نہیں کرتا۔ تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ تو جو لوگ میرے لیے وطن

KARACHIEDU.COM

چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور (اللہ کی راہ میں) لڑے اور قتل کیے گئے، میں ان کے گناہ دور کر دوں گا اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ یہ اللہ کے ہاں سے بدلہ ہے اور اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔ (آل عمران:۱۹۵) بجاطور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ جب تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا، اس وقت سب سے بڑا عمل "ہجرت" تھا۔ لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ہجرت اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہو اور اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہنے اور اس کی دعوت و اشاعت کے لیے ہو۔

ہجرت کے ثمرات:

- ہجرت کی برکت سے ایک اسلامی سلطنت وجود میں آ گئی۔
- ضعیف الایمان مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوئی۔
- ایک مضبوط اسلامی سلطنت قائم ہونے کی وجہ سے دین اسلام کی تبلیغ میں آسانی و قوت حاصل ہو گئی۔
- ہجرت سے پہلے مسلمانانِ مکہ اقلیت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ کافروں کے ظلم کے شکار رہے۔ کوئی دینی کام آزادی سے سر انجام نہیں دے سکتے تھے، پھر جان کا خطرہ الگ تھا۔ لیکن ہجرت کے بعد وہی مظلوم مسلمان ایک خطہ زمین کے مالک ہو گئے اور ان کو تبلیغ اسلام کے بہترین مواقع حاصل ہو گئے۔

غزوات

"غزوہ" کے معنی کسی سے لڑنے کے لیے نکلنے، حملہ کرنے اور جنگ کرنے کے ہیں۔ محدثین اور سیرت نگاروں کے نزدیک "غزوہ" ایسی جنگی مہم کو کہا جاتا ہے جس میں حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بذات خود شرکت فرمائی ہو، آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ لشکر کے امیر کی حیثیت میں اعلاء کلمۃ اللّٰہ کے لیے کوشاں رہے۔

ہجرت کے بعد تمام عرب قبائل مدینہ پر حملے کے لیے کمربستہ ہو گئے، قریش نے عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں کو کہلا بھیجا کہ تم نے ہمارے آدمی (حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ) کو پناہ دے کر ٹھہرایا ہے، اس سے لڑائی کرو، یا اسے اپنے شہر سے نکال دو ورنہ ہم سب تمھارے اوپر حملہ کر دیں گے اور جوانوں کو قتل کیا جائے گا اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا دیا جائے گا۔

KARACHIEDU.COM

دوسری طرف مشرکین مکہ نے مدینہ کے یہود سے ساز باز کرنا بھی شروع کر دی، ان کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر اکسانے کے بعد مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ مکہ سے نکل کر تم اپنے آپ کو یثرب میں محفوظ نہ سمجھو، ہم یثرب میں آکر تمھیں ختم کر دیں گے۔ چنانچہ ایسی صورتحال کے پیش نظر اور مدینہ کی پہلی اسلامی ریاست کے قیام کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنا دفاع کرنے اور ریاست کو بچانے کے لیے انھیں جہاد کرنے کی اجازت دی ارشاد پاک ہے: ترجمہ: جن سے لڑائی کی جارہی ہے ان کو اب لڑنے کی اجازت ہے کیوں کہ وہ مظلوم ہیں اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قدرت رکھتا ہے۔ (الحج:۳۹) چنانچہ ریاست مدینہ کے دفاع کے لیے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے مخالفین اسلام سے اسلحہ کے ساتھ جہاد کیا۔ ان میں چند اہم یہ ہیں:

غزوہ بدر: حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے مدینہ منورہ ایک سال پورا کیا تھا کہ ماہ رمضان سن ۲ھ میں مشرکین مکہ نے ابو جہل کی قیادت میں مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا، آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو اطلاع مل گئی تو، آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے آگے بڑھ کر "بدر" کے مقام پر مشرکین کا مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

غزوہ احد: غزوہ بدر کے ٹھیک ایک سال بعد مشرکین مکہ ابوسفیان کی قیادت میں ماہ شوال سن ۳ھ میں مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے، مسلمانوں نے "احد" کے مقام پر ان کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا بھاری نقصان ہوا مگر دشمن بھی اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوا۔

غزوہ خندق: تیسری مرتبہ ماہ ذوالقعد سن ۵ھ میں پورے عرب کے مشرکین و کفار اکٹھے ہو کر بڑی طاقت کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے، اس جنگ کا دوسرا نام غزوہ احزاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے طوفان اور آندھی بھیج کر کفار کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

غزوہ خیبر: سن ۷ھ میں خیبر کے یہودیوں نے سخت بغاوت شروع کر دی۔ یہودیوں نے کئی قلعے بنائے تھے۔ سارے قلعے فتح کیے گئے آخری قلعہ قموص تھا، جس کو شیر خدا حیدر کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کمان میں فتح کیا گیا۔

فتح مکہ: مسلمانوں نے رمضان المبارک سن ۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح کیا۔

غزوہ حنین: سن ۸ ھ میں "غزوہ حنین" ہوا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔

غزوہ تبوک: سن ۹ ھ میں رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو اطلاع ملی کہ رومی اور اس کے اتحادی مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کرنے کے ارادے سے نکل چکے ہیں، تو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اپنے

KARACHIEDU.COM

مجاہد ساتھیوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر جب رومیوں نے مسلمانوں کا عزم دیکھا تو وہ واپس چلے گئے۔ اور اسلامی لشکر بغیر لڑائی کے واپس آ گیا۔

ہمیں بھی چاہیے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اسوہ حسنہ کا اتباع کرتے ہوئے بوقت ضرورت ہجرت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کوشاں رہنا چاہیے، اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے جن غزوات میں شرکت فرمائی، ان کا چارٹ بنا کر اس میں سال، مسلمان اور کفار کی تعداد، کامیابی / شکست کو ظاہر کریں مثلاً: جنگ بدر ۲ھ میں واقع ہوئی۔ مسلمان ۳۱۳ اور کفار ۱۰۰۰ تھے مسلمانوں کو فتح ہوئی، ۷۰ کفار قتل ہوئے ۷۰ قیدی ہوئے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ ہجرت کے واقعہ سے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

۲۔ ہجرت مدینہ کے اسباب بیان کریں۔

۳۔ مختلف غزوات کا اجمالی تعارف لکھیں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ ہجرت کا معنی اور مفہوم بیان کریں۔

۲۔ غزوہ بدر کب اور کیوں ہوا؟

۳۔ ہجرت کی فضیلت کیا ہے؟ نوٹ تحریر کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ ہجرت لفظ کے معنی ہیں:

(الف) مسلمان ہونا　　(ب) حصول علم کے لیے سفر کرنا

(ج) دین کی خاطر نقل مکانی کرنا　　(د) قیام کرنا

KARACHIEDU.COM

۲۔ سفر ہجرت کے دوران حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ٹھہرے:

(الف) غار حرا میں
(ب) غار ثور میں
(ج) کہف میں
(د) طائف میں

۳۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ بذاتِ خود جس جنگی مہم میں شامل ہوں وہ کہلاتا ہے:

(الف) غنیمت
(ب) جزیہ
(ج) غزوہ
(د) سریہ

۴۔ دوسرا غزوہ ہے:

(الف) تبوک
(ب) خیبر
(ج) احد
(د) بدر

ہدایات برائے اساتذہ کرام

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ غزوات پر تفصیلاً روشنی ڈالیں تاکہ طلبہ و طالبات اس کے ہر پہلو سے آگاہ ہو سکیں۔

KARACHIDU.COM

۴۔ خصائل و شمائل نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ

حاصلاتِ تعلم

- خصائل و شمائل کے معنی اور مفہوم بیان کر سکیں۔
- رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی عادات و اطوار بیان کر سکیں۔
- روز مرہ کی عملی زندگی میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر سکیں۔

خصائل و شمائل کے معنی اور مفہوم: "خصائل" عربی کے لفظ "خصلة" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی عادات ہے (اچھی یا بری)۔ جبکہ شمائل "شَمِيْلَه" کی جمع ہے، جس کے معنی اچھی طبیعت، عمدہ عادت اور نیک صفت و خصلت کے ہیں۔ خصائل اور شمائل نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے مراد رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری خوبیاں و باطنی خصائل اور عمدہ عادات ہیں، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی شب و روز کی زندگی جیسے اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، مزاج، معاشرت اور لباس، اخلاق، پاکیزہ خصوصیات اور خوبیاں و اوصاف، بالخصوص آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا اہل خانہ سے برتاؤ، لوگوں سے میل جول، آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ساتھیوں سے رویہ، آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری صورت اور سیرت، حلیہ مبارک اور جسمانی بناوٹ مراد ہیں۔

خصائل و شمائل نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی اہمیت و فضیلت: حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی پاکیزہ زندگی ہی اسلام کی صحیح اور کامل تصویر ہے۔ آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے اقوال و افعال اور حیات مبارکہ کا اتباع ہی مؤمن کے لیے نجات دہندہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب:۲۱)۔ ترجمہ: (مسلمانو!) درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکرم نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی عمدہ عادات اور بے مثال سیرت کو اس امت کے لیے ایک بہترین "اسوۂ حسنہ" قرار فرما کر اس کے مطابق زندگی گزارنے کی ترغیب دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو عمدہ صورت کی طرح اعلیٰ سیرت، بلند اخلاق اور عمدہ صفات کا مجموعہ بنایا تھا، جس کی گواہی خود قرآن کریم نے بھی دی ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ (سورۃ القلم:۴) ترجمہ: یقیناً آپ کے اخلاق بڑے اعلیٰ ہیں۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی ذات اقدس سیرت اور صورت دونوں

KARACHIEDU.COM

اعتبار سے کامل اور اکمل تھیں، اپنی قوم میں اچھے کردار، فاضلانہ اخلاق اور کریمانہ عادات کے لحاظ سے ممتاز تھے اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی شخصیت نہایت بارعب اور پُر وقار تھی۔ سب سے زیادہ بامروت، سب سے زیادہ خوش اخلاق، سب سے زیادہ راست گو، سب سے زیادہ کریم، سب سے زیادہ نیک عمل، سب سے بڑھ کر پابند عہد، سب سے زیادہ امانت دار تھے۔ پس جو اشخاص اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگانی خوبصورت اور کامیاب بنانا چاہتے ہیں تو انھیں آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے خصائل وشمائل کی طبیعت کی پوری آمادگی اور ایک قلبی لگاؤ کے ساتھ پیروی کرنی چاہیے۔ اس کو معلوم ہو کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ جو کوئی حکم اپنی زبان مبارک سے واضح الفاظ میں دے رہے ہیں۔ یا یہ کہ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو کیا پسند ہے اور کیا ناپسند۔ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نشست وبرخواست کا طریقہ کیا ہے۔ گفتگو کا انداز کیا ہے۔ چلتے کس طرح تھے، لباس کون سا پہنتے تھے، کھانے میں کیا چیز مرغوب تھی۔ یہ سب جان کر مومن ان کی اتباع کر سکے اور نجات دارین حاصل کر سکے۔

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا اپنے اہل خانہ سے برتاؤ: حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی گھریلو زندگی نہایت شائستگی اور خوشگوار نوعیت کی تھی، آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنے اہل خانہ کے ساتھ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے، اپنے کام خود سرانجام دیتے اور اہل خانہ سے کبھی بھی سختی سے پیش نہیں آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بہتر ہے، اور میں اپنے اہل خانہ کے معاملہ میں تم سب سے زیادہ بہتر ہوں۔ (سنن ترمذی، حدیث:۳۸۹۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں دیکھا جو اپنے اہل وعیال کے لیے شفیق اور مہربان ہو۔ (اخلاق النبی صہ لابی الشیخ الاصبہانی، ج1، ص۳۸۰)

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ گھر میں عام لوگوں کی طرح زندگی گزارتے تھے، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بتاتی ہیں کہ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنے کپڑے خود صاف فرماتے، بکری کا دودھ نکالتے، اپنے کام خود کر لیتے تھے، کپڑوں اور جوتوں کو پیوند لگانا اور اپنے کپڑے کو سینا یہ تمام اعمال خود سرانجام دیتے تھے۔ (مسند احمد، حدیث:۲۵۳۴۱)

اسی طرح گھر والوں کے ساتھ خوش طبعی سے پیش آنا، اپنے اہل خانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنا اور گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کرنا بھی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے ثابت ہے۔ یہ تمام باتیں ایک بہتر گھرانہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

KARACHIEDU.COM

حضور اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا محلے اور معاشرے کے لوگوں سے برتاؤ: حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی مبارک زندگی نہ صرف انفرادی حسنِ اخلاق اور پاکیزہ کردار اپنانے میں رہنمائی کرتی ہے، بلکہ معاشرے کی بہتر سے بہتر طور پر تشکیل اور باہمی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے خاندان، محلہ اور پڑوس کے ساتھ حسن سلوک پر بھی زور دیتی ہے۔ چنانچہ معاشرتی معاملات میں رشتہ داروں، پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنا ان کی ضروریات کا خیال رکھنا، ان کو تحفہ تحائف بھیجنا، طبع پرسی کرنا، تعزیت کرنا، ایک دوسرے کو دعوت دینا، معاشرے کے نادار لوگوں کے کام آنا، دشمنوں سے بھی نیکی کرنا وغیرہ خصائل مبارک میں سے تھے اور سیدنا رسول اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنی تعلیمات میں ان چیزوں کی طرف زیادہ توجہ دی ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے مخاطب ہو کر فرماتی ہیں کہ: آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، خالی ہاتھ والوں کی مدد کرتے ہیں، مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے سلسلے میں پیش آنے والے مصائب میں مدد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اکیلا نہیں چھوڑے گا۔

(صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی:۳)

یہ تمام خوبیاں پیارے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ہمدردی اور خیر خواہانہ رویہ کی عکاسی کرتے ہیں، جس میں معاشرہ میں کمزور سمجھے جانے والے نادار طبقہ سے بھی ایسا ہی سلوک روا رکھنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے جو کسی شاہانہ طرز رکھنے والے سے رکھا جائے۔

اسی طرح مظلوموں اور بے کسوں کی فریاد سننا اور ان کے کام آنا حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ چنانچہ ایک اجنبی حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے پاس آکر التجا کرنے لگا کہ ابوجہل کے ذمہ میرا قرض ہے وہ ادا نہیں کر رہا ہے اس وقت آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ حرم مکہ میں عبادت کر رہے تھے، لیکن عبادت کو مؤخر کیا اور اپنے ذاتی دشمن ابوجہل کے پاس ایک اجنبی کی مدد کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، اور اس سے حق وصول کروادیا۔ (تہذیب سیرۃ ابن ہشام، ص:۷۴)

۸ ہجری میں جب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو قریش مکہ پر غلبہ عطا فرمایا اور شہر مکہ فتح ہوا، تو رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بیس برس کے ان تمام مظالم اور زیادتیوں کا بدلہ لینے کی بجائے اپنی قوم کے لوگوں کو معاف کرتے ہوئے اعلان فرمایا: ترجمہ: آج تمھارے اوپر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (رحمۃ للعالمین ج:۱، ص:۱۱۳) لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ سیدنا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے خصائل وشمائل کو اپنا کر سعادت دارین حاصل کریں۔ بالخصوص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى

KARACHIEDU.COM

آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے لیے بیان کردہ عمدہ خصوصیات ہمارے لیے قابلِ اتباع ہیں۔ حصول محبت رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا دوسرا ذریعہ درودو سلام کی کثرت میں ہے جو کہ شفاعت محمدی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے حصول کا بھی ذریعہ ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے خصائل و شمائل کی روشنی میں موجودہ ماحول (کلاس روم۔ اسکول۔گھر۔ محلہ۔ کھیل کے میدان اور شہر) میں نکات مرتب کریں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ خصائل وشمائل نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی اہمیت وفضیلت پر نوٹ لکھیں۔

۲۔ دوسروں کے کام آنے میں نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا کیا طریقہ تھا؟

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ خصائل اور شمائل نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے کیا مراد ہے؟

۲۔ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی گھریلو مصروفیات کیا تھیں؟

۳۔ رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی مبارک زندگی اہل محلہ سے کیسا رویہ رکھنے کا درس دیتی ہے؟

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے خصائل وشمائل سے مراد ہے:

(الف) سیرت نبوی (ب) اسوہ حسنہ

(ج) سنت (د) عمدہ عادات وخصوصیات

۳۔ فتح مکہ کے وقت اپنی قوم کے تمام لوگوں کو حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے:

(الف) قید کردیا (ب) شہر چھوڑنے پر مجبور کردیا

(ج) معاف کردیا (د) امیر بنادیا

ہدایات برائے اساتذہ کرام	طلبہ وطالبات کو سبق میں دی ہوئی حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی عادات مبارکہ خاص طور پر "اپنا کام خود کرنا" کی اہمیت بتائیں۔ اساتذہ کرام طلبہ و طالبات کو "شمائل نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ" پر مختصر آگاہ کریں۔

KARACHIEDU.COM

۵۔ مناقبِ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم

حاصلاتِ تعلم

- اہل بیت اطہار کا تعارف اور مناقب بیان کر سکیں۔
- روز مرہ کی زندگی میں اہل بیت اطہار سے محبت کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر سکیں۔

مناقب کا معنی اور مفہوم: مناقب عربی زبان کا لفظ ہے اس کا واحد ''مَنْقَبَةٌ'' ہے، جس کے معنی تعریف، اچھے کام، خوبیاں اور فضائل کے آتے ہیں۔ اصطلاح میں کسی مشہور شخصیت کے کارناموں اور فضائل کو ''منقبة'' کہا جاتا ہے، چاہے وہ نثر میں ہو یا نظم میں، اہل بیت، بزرگان دین اور اصحاب کرام کی ثنا، اوصاف اور تعریفیں۔

اہلِ بیت: ''اھل'' عربی زبان میں ''والے یا والا'' کو کہتے ہیں اور ''بیت'' ''گھر'' کو کہتے ہیں چنانچہ اہلِ بیت کے معنی ہوئے ''گھر والے''۔

مناقب اہل بیت: قرآن مجید کی اصطلاح کے مطابق ''اہلِ بیت'' سے مراد حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا گھرانہ ہے جس میں آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی آل پاک، ازواج مطہرات اور اولاد شامل ہیں ۔ قرآن کریم نے آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کو امہات المومنین (تمام مومنین کی مائیں) قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ ؕ (سورۃ الاحزاب:٦) ترجمہ: اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔ ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ ہے، جن میں سے دو آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی زندگی ہی میں وفات پا گئی تھیں اور نو ازواجِ مطہرات زندگی کے آخری ایام تک آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ موجود تھیں۔ مندرجہ ذیل ان سب کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے:

ازواجِ مطہرات:

۱۔ ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا: حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون ہیں۔ ان کی حیات مبارکہ میں آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ

KARACHIEDU.COM

وَسَلَّمَ نے دوسری شادی نہیں کی، اور آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی تمام اولاد انہی کی بطن سے تھی، سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ چار عورتوں کو دنیا کی تمام عورتوں پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے: حضرت مریم بنت عمران، حضرت آسیہ بنت مزاحم (زوجہ فرعون)، حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمۃ بنت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ساری دولت اسلام اور رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے لیے وقف کر دی۔ ۶۵ سال کی عمر میں سنہ ۱۰ نبوت میں ان کی وفات ہوئی، ان کی دینِ اسلام کے لیے بے مثال خدمات ہیں۔

۲۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما: نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ان سے شوال سنہ ۱۱ نبوت میں نکاح کیا۔ ہجرت کے سات مہینے بعد شوال ۱ ہجری میں آپ کی رخصتی ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا امت کی سب سے زیادہ فقیہ عورتوں میں شامل ہیں۔ نہایت بہادر اور دلیر تھیں۔ غزوہ احد میں رسول اللہ کے زخم صاف کیے۔ زخمی غازیوں کو پانی پلاتی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا ۱۷ رمضان ۵۷ ہجری کو انتقال ہو گیا، اور آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

۳۔ ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا: رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ان سے رمضان ۴ ہجری میں نکاح فرمایا۔ انھیں "ام المساکین" کہا جاتا تھا۔ کیوں کہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلاتی تھیں۔

۴۔ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا: آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی پھوپھی حضرت امیمہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔ ذوالقعدہ ۵ ہجری میں سرکار دو عالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ان سے شادی کی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بڑی عبادت گزار اور خوب صدقہ کرنے والی عورت تھیں۔ ۵۳ سال کی عمر میں سنہ ۲۰ ہجری میں ان کی وفات ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ان کے علاوہ دوسری ازواجِ مطہرات ۱۔ ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، ۲۔ ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا، ۳۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ بنت ابو امیہ رضی اللہ عنہا، ۴۔ ام المومنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا، ۵۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابو سفیان رضی اللہ عنہا، ۶۔ ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی بن اَخطب رضی اللہ عنہا، ۷۔ ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ماریہ قبطیہ بھی تھیں جنھیں شاہ مصر مقوقس نے تحفہ میں بھیجا تھا۔ ان کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ

KARACHIEDU.COM

عنہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ سب ازواجِ مطہرات آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اہل اور امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے ہدایت ور ہنمائی کے روشن مینار ہیں۔

اہل بیت (اولاد): حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اولاد مبارک جو سب حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے ہیں، ان کا مختصر تذکرہ مندرجہ ذیل ہے:

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے، انھی کی نسبت سے حضور کی کنیت ابو القاسم ہے۔ تقریبا دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سب سے بڑی بیٹی تھیں جو اعلان نبوت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں۔ ۸ھ میں حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے رحلت فرمائی اور جنت البقیع، مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا: حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اولاد میں دوسری صاحبزادی تھیں۔ ۲ ہجری میں غزوۂ بدر کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہا بیمار ہویں اور اسی سال سنہ ۲ ہجری کو رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں دفن ہیں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا: آپ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی تیسری صاحبزادی ہیں۔ نبوت سے کچھ عرصہ قبل پیدا ہوئیں۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے شعبان ۹ھ میں رحلت فرمائی اور مدینہ منورہ، جنت البقیع میں ان کو دفن کیا گیا۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا: آپ رضی اللہ عنہا کا نام فاطمۃ اور لقب الزہراء ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا تمام مسلمانوں کے نزدیک ایک برگزیدہ ہستی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت ۲۰ جمادی الثانی بروز جمعہ مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مشہور القاب میں "زہراء" اور "سیدۃ نساء العالمین" (تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار) اور "بتول" ہیں۔ مشہور کنیت ام الائمہ اور ام الحسنین ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا مشہور ترین لقب سیدۃ نساء العالمین ایک مشہور حدیث کی وجہ سے پڑا جس میں حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کو فرمایا کہ "وہ دنیا اور آخرت میں عورتوں کی سیدہ (سردار) ہیں۔" (صحیح البخاری:۴۱۰۸)۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی امیر المومنین شیر خدا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوئی جن سے تین صاحبزادے، حضرت سیدنا حسن اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ اور سیدنا محسن رضی اللہ رضی اللہ

عنہم اور دو صاحبزادیاں حضرت سیدہ زینب اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی رحلت اپنے والد حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی رحلت کے کچھ ماہ بعد ہوئی۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے دوسرے صاحبزادے تھے جو بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے صاحبزادے تھے جو حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے۔ جو بچپن میں ہی وفات پا گئے اور بقیع میں مدفون ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین رضی اللہ عنھن سے خطاب فرمایا: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (سورۃ الاحزاب: ۳۲) ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم دنیا کی عورتوں کی طرح نہیں ہو (بلکہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے تعلق کی بناء پر تمھاری شان اور مقام بہت بلند ہے۔) چنانچہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن، آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اولاد اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خاندان جو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہیں "اہل بیت" کا شرف رکھتے ہیں۔

اہل بیت کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴿۳۳﴾ (سورۃ الاحزاب:۳۳) ترجمہ: اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے ناپاکی دور کرے اور تمھیں خوب پاک کرے۔

حدیث الکساء: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلایا اور انھیں ایک چادر لے کر ان کے اندر داخل فرمایا اور دعا مانگی: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَیْتِی فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَ طَهِّرْهُمْ تَطْهِیْرًا۔ (سنن ترمذی، حدیث: ۳۸۷۱) ترجمہ: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے نجاست دور فرما اور انھیں پاک کر دے۔

حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مکان کے قریب گزرتے تو نماز کے لیے بلاتے: اَلصَّلٰوۃُ اَهْلَ الْبَیْتِ یُرِیْدُ اللہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ۔ نماز اے اہل بیت اللہ تم سے نجاست دور فرمائے۔ (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۲۰۶)

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد گرامی ہے کہ: میں نے تمھارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم انھیں پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے۔ وہ کتاب اللہ اور میری اہل بیت ہے۔ (سنن ترمذی:۳۷۸۶)۔

KARACHIEDU.COM

ایک طویل حدیث میں ارشاد ہے کہ زید نے کہا جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ایک دن خطبہ سنانے کو کھڑے ہوے ہم لوگوں میں ایک پانی پر جس کو خم کہتے تھے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بیچ واقع ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور وعظ نصیحت کی۔ پھر فرمایا: ”بعد اس کے کہ اے لوگو! میں آدمی ہوں قریب ہے کہ میرے پروردگار کا بھیجا ہوا موت کا فرشتا آئے اور میں قبول کروں۔ میں تمہارے درمیان دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب جس میں ہدایت اور نور ہے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تھامے رہو اور اس کو مضبوط پکڑے رہو۔“ غرض آپ نے رغبت دلائی اللہ کی کتاب کی طرف۔ پھر فرمایا: ”دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں تم کو اہل بیت کے باب میں خدا یاد دلاتا ہوں۔“ حصین نے کہا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اہل بیت کون ہیں اے زید! کیا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی کی بیبیاں اہل بیت نہیں ہیں؟ زید نے کہا بیبیاں بھی اہل بیت میں داخل ہیں لیکن اہل بیت وہ ہیں جن پر زکوٰۃ حرام ہے۔ (صحیح مسلم:٦٢٢٥)

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فاتح خیبر ہیں اور ”ابوتراب“ کی کنیت سے مشہور ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبہ میں ہوئی۔ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور آپ کو مخاطب کر کے فرمایا: تم میرے لیے ایسے ہو جس طرح کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ہجرت کی رات آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کو اپنا نائب مقرر کیا اور ٣٥ ہجری میں مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا جہاں ٢١ رمضان ٤١ ہجری میں آپ رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن ابن ملجم ملعون کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ عراق کے شہر نجف اشرف میں مدفون ہیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا: سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ: فَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ۔ (صحیح البخاری:٣٠٩٣)۔ ترجمہ: فاطمہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ کی ١٥ رمضان المبارک ٣ ہجری میں ولادت ہوئی۔ آپ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے نواسے، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدۃ النساء سیدۃ

KARACHIEDU.COM

کائنات فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شان، فضیلت اور منقبت میں بے شمار احادیث بیان ہوئی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بے حد سخی تھے۔ آپ نے تین بار اپنا آدھا آدھا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ و خیرات فرمادیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یوم وفات و شہادت ۵ ربیع الاول ۴۹ہجری ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ: نواسۂ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ، جگر گوشۂ بتول رضی اللہ عنہا، نوجوانانِ جنت کے سردار، کربلا کے قافلہ کے سالار، حق و صداقت کے علم بردار، سبطِ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے چہیتے نواسے، شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدۃ النساء اہل الجنۃ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے عظیم فرزند اور دوسرے صاحبزادے ہیں۔ ابو عبد اللہ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت، سید، طیب، مبارک، سبط النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ، ریحانۃ النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ آپ رضی اللہ عنہ کے القابات ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے تقریباً سات سال تک سرور کونین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے غیر معمولی محبت و شفقت فرماتے تھے۔ امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بے حد فیاض، نہایت متقی، عبادت گزار اور کثرت کے ساتھ نیک عمل کرنے والے تھے۔ سخاوت، مہمان نوازی، غرباء پروری، اخلاق و مروت، حلم و تواضع اور صبر و تقویٰ آپ رضی اللہ عنہ کی خصوصیات حسنہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نماز سے بے حد شغف تھا۔ اکثر روزے سے رہتے۔ حج و عمرہ کی ادائیگی کا ذوق اتنا کہ متعدد حج پاپیادہ ادا فرمائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۰ محرم الحرام ۶۱ہجری میں کربلا میں ہوئی، آپ رضی اللہ رضی اللہ عنہ کا روضہ مبارک عراق کے شہر ''کربلا'' میں واقع ہے۔

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے لیے حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو ان سے محبت کرتے ہیں۔ (سنن الترمذی:۳۷۷۵)

نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی قرابت کی وجہ سے اہل بیت اطہار تمام مسلمانوں کے لیے قابل تعظیم و توقیر ہیں۔ علماء کرام نے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت، عزت و توقیر کو حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی محبت و توقیر کے مترادف قرار دیا ہے۔ ان کی زندگی اور تعلیمات کو اپنے لیے مشعل راہ سمجھتے ہیں۔

KARACHIEDU.COM

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل وعیال کے ساتھ خیر کا معاملہ کرے۔ (کنز العمال:۱۸و۱۳)

اہلِ بیت کے حقوق: جس طرح ہمارے ماں باپ، رشتہ دار اہل قرابت ہیں اسی طرح رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اہل بیت کے حقوق ہیں ان میں سے کچھ حقوق درج ذیل ہیں: ۱۔ ان حضرات سے محبت رکھی جائے۔ ۲۔ ان حضرات کی اطاعت کی جائے۔ ۳۔ ان کے عادل ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ ۴۔ ان کے محبین سے محبت اور مبغضین سے بغض رکھا جائے۔

ہمیں چاہیے کہ اہل بیت سے محبت کریں ان کی سیرت کو اپنا مشعل راہ بنائیں اور ان کے نقش قدم پر چلیں تاکہ قیامت کے دن رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا قرب اور شفاعت نصیب ہو اور دینی و دنیوی زندگی کو کامیاب کر سکیں۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات

مناقب اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم پر تقریری نشست کا اہتمام کروائیں۔ باہمی مذاکرہ کے ذریعے مناقب اہل بیت کے نکات مرتب کریں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ حدیث کی روشنی میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اہل بیت اطہار سے محبت وعقیدت پر روشنی ڈالیں۔

۲۔ امہات المؤمنین کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ مناقب کے معنی ومفہوم تحریر کریں۔

۲۔ اہل بیت سے مراد کون ہیں۔

۳۔ اہل بیت کے حقوق تحریر کریں۔

۴۔ حدیث الکساء کی روشنی میں اہل بیت اطہار کے اسماء گرامی تحریر کریں۔

KARACHIURDU.COM

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی ازواج مطہرات کو قرآن کریم میں کہا گیا ہے:

(الف) امہات المومنین (ب) امہات المسلمین

(ج) اخوات المومنین (د) سیدات المسلمین

۲۔ اہل بیت کے لغوی معنی ہیں:

(الف) بیت لکھنے والے (ب) شاعری کرنے والے

(ج) گھر والے (د) ایمان والے

ہدایات برائے اساتذہ کرام

طلبہ وطالبات کو رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے اہل بیت اور قرابت داروں کی شان میں آیت مباہلہ (سورۃ آل عمران: ۶۱) اور آیت مودۃ فی القربیٰ (سورۃ شوریٰ: ۲۳) تفصیل سے بیان کریں۔

KARACHIEDU.COM

٦۔ مناقبِ صحابہ کرام اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم

حاصلاتِ تعلم

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعارف اور مناقب بیان کر سکیں۔
- عشرہ مبشرہ کا مفہوم اور مناقب بیان کر سکیں۔
- روز مرہ کی زندگی میں صحابہ کرام اور عشرہ مبشرہ سے محبت اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کر سکیں۔

صحابی عربی زبان کے لفظ ''صحب'' سے ماخوذ ہے، جس کے لفظی معنی 'رفاقت' کے ہیں، اصطلاح میں صحابی اس شخصیت کو کہا جاتا ہے، جس نے ایمان کی حالت میں حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے ملاقات کی ہو اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس کی وفات ہوئی ہو۔

ایسی بابرکت ہستیاں جن کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا وہ روئے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد دنیا کے باقی تمام لوگوں میں اعلیٰ شان اور بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔

فضائلِ صحابہ: حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ: طُوْبٰى لِمَنْ رَاٰنِيْ وَلِمَنْ رَاٰى مَنْ رَاٰنِيْ۔ (میزان الاعتدال للذہبی، ج۱، ص ۴۲۲) ترجمہ: اس شخص کے لیے بڑی خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا، اور اس کے لیے بھی جس نے ایسے آدمی کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا ہو۔ اس حدیث میں صحابی اور تابعی کو آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے خوشخبری سنائی ہے۔

اسی طرح حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ترجمہ: تم میں سے بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے۔ (صحیح بخاری، حدیث: ٦٦٩٥)

حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں جن کے ذریعے ہم تک قرآن و سنت اور پورا دین پہنچا ہے۔ ان کی قربانیوں کے ذریعے دینِ اسلام دنیا کے کونے کونے تک پہنچا۔ اس لیے ہر مسلمان پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت رکھنا اور دل میں ان کی عزت و احترام رکھنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اپنی رضامندی کا اعلان فرما دیا، ارشاد پاک ہے: وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ (سورۃ التوبہ: ۱۰۰)۔ ترجمہ: انصار، مہاجرین اور ان کے پیروکار جو ایمان میں سبقت کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے، اور وہ اس

KARACHIEDU.COM

سے راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

مناقبِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین: جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے بابرکت صحبت کی بدولت وہ عظیم شخصیات ایسے بلند مقام تک پہنچ چکے ہیں کہ بعد والوں میں کوئی ان کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا، کیوں کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا اور کسی نبی سے ملے بغیر کوئی صحابی نہیں بن سکتا۔ وہ اس دور میں گذرے ہیں جس دور کو آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے "بہترین زمانہ" فرمایا ہے۔ (بخاری:۳۶۵۱)۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکباز جماعت سے دلی محبت اور عقیدت رکھنا عین ایمان ہے۔ جبکہ ان کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ بے ادبی اور گستاخی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد گرامی ہے: میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہنا کیوں کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے گا تو بھی وہ ان کے ایک "مُدّ" کے برابر نہیں پہنچے گا، نہ ہی آدھے مُدّ کے برابر (بخاری:۳۶۷۳/ مسلم:۲۲۲)۔ ایک مُدّ (صاع کے چوتھے حصے کو کہا جاتا ہے جو ۷۹۶.۰۶۸ گرام کا ہوتا ہے)۔

عشرہ مبشرہ

عربی زبان میں "عَشَرَۃٌ" کے معنی دس ہے، جبکہ "مُبَشَّرَۃٌ" لفظ بشارۃ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں: بشارت دیا ہوا، "عشرہ مبشرہ" سے مراد: وہ دس جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جن کو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت فرمائی۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک مرتبہ فرمایا: اَبُوْبَکْرٍ فِی الْجَنَّۃِ، وَعُمَرُ فِی الْجَنَّۃِ، وَعُثْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ، وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ، وَ طَلْحَۃُ فِی الْجَنَّۃِ، وَ الزُّبَیْرُ فِی الْجَنَّۃِ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِی الْجَنَّۃِ، وَ سَعْدٌ فِی الْجَنَّۃِ، وَ سَعِیْدٌ فِی الْجَنَّۃِ، وَاَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِی الْجَنَّۃِ۔ (سنن ترمذی، حدیث:۳۷۴۷) ترجمہ: ابو بکر جنت میں ہو گا، عمر جنت میں ہو گا، عثمان جنت میں ہو گا، علی جنت میں ہو گا، طلحہ جنت میں ہو گا، زبیر جنت میں ہو گا، عبد الرحمٰن بن عوف جنت میں ہو گا، سعد جنت میں ہو گا، سعید جنت میں ہو گا، ابو عبیدہ بن الجراح جنت میں ہو گا۔ یہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔ ان سب کا مختصر اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے:

KARACHIEDU.COM

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ: آپ کا نام عبداللہ بن ابی قحافہ ہے، مرد حضرات میں آپ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کے والد، اولاد اور بیوی تمام صحابہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے سفر و حضر کے ساتھی، اور یارِ غار ہیں۔ سفر معراج کی تصدیق کرنے کی وجہ سے "صدیق" کہلائے، امت کے پہلے خلیفہ راشد ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے ۱۳ ہجری میں ۶۳ برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی اور روضہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ میں مدفون ہیں۔

۲۔ حضرت عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ: حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا سے آپ رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے، حق و باطل میں فرق کرنے کی وجہ سے "فاروق" کہلائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید جمع کروایا۔ اسلام کے دوسرے خلیفے بننے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اسلامی ریاست کو مضبوط کیا اور فلاحِ انسانیت کے کام کیے، مسجد الحرام اور مسجد النبوی کو کشادہ کروایا۔ دس برس خلیفہ رہنے کے بعد ابولؤلؤ فیروز مجوسی کے ہاتھوں شہید ہوئے اور روضہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ میں مدفون ہیں۔

۳۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی دو شہزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ہونے کی وجہ سے (ایک کی رحلت کے بعد دوسرا نکاح کیا) "ذوالنورین" کہلاتے ہیں۔ جبکہ دین کے لیے اپنا مال خرچ کرنے کی وجہ سے "غنی" کہلائے۔ آپ رضی اللہ عنہ ناشر القرآن اور اسلام کے تیسرے خلیفہ راشد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لیے بئر رومہ خرید کر وقف فرمایا اور کئی مواقع پر مالی امداد فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ بے حد حیادار اور رحم دل شخصیت کے مالک تھے، آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے گھر میں ۱۸ ذوالحج ۳۵ ہجری میں شہید کر دئے گئے۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ نے بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول فرمایا، جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فاتح خیبر ہیں اور "ابوتراب" کی کنیت سے مشہور ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبہ میں ہوئی۔ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ ۳۵ ہجری میں مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا جہاں ۲۱ رمضان ۴۱ ہجری کو آپ رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن ابن ملجم ملعون کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ عراق کے شہر نجف اشرف میں مدفون ہیں۔

KARACHIEDU.COM

۵۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ سابقین اولین فی الاسلام میں سے ایک ہیں۔ آپ جود وسخا اور فیاضی کی وجہ سے طلحۃ الخیر اور طلحۃ الفیاض کے لقب سے مشہور ہیں۔ بدر کے موقعہ پر حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ان کو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریش کے قافلہ کی خبر گیری کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ اس کے بعد تمام غزوات میں شامل رہے، ۳۶ھ میں جنگ جمل کے موقعہ پر شہید ہوگئے اور بصرہ عراق میں مدفون ہیں۔

۶۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بے حد شجاع اور دلیر تھے، اسلام کے لیے سب سے پہلے تلوار چلائی، "حواری رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ" کے لقب سے مشہور ہیں۔ حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ جنگ جمل کے بعد بصرہ کے قریب عمرو بن جرموز کے ہاتھوں شہید ہوگئے اور بصرہ عراق میں مدفون ہیں، رحلت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۷ برس تھی۔

۷۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ سابقین اولین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں، ابتدا میں عبد الکعبہ یا عبد عمرو کے نام سے موسوم تھے، جناب رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبد الرحمٰن رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو ہجرتیں فرمائیں، اور مدینہ منورہ میں حضرت سعد بن ربیع انصاری کے مواخاتی بھائی بنے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے پیشہ تجارت میں بے حد برکت دی تھی، صدقہ خیرات اور راہ حق میں دل سے خرچ کرتے تھے۔ ۳۲ھ میں ۷۵ برس کی عمر میں رحلت فرماگئے اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام مالک تھا اس لیے سعد بن مالک کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ ۱۷ برس کی عمر میں اسلام لائے اور سابقین اولین میں شمار ہوتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو بدلہ لینے اور جوابی کاروائی کی اجازت نہ تھی تاہم آپ رضی اللہ عنہ نے اونٹ کے شانے کی ہڈی سے ایک مشرک کا سر پھوڑنے والے پہلے شخص ہیں، آپ رضی اللہ عنہ ماہر تیر انداز تھے، غزوہ اُحد میں جناب رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے انھیں فرمایا: يَا سَعْدُ ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی: ۴۰۵۹) میرے ماں باپ تجھ پر قربان، سعد! تیر پھینکتے رہو۔ آپ رضی اللہ عنہ عظیم فاتح اور بڑے جرنیل تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ رضی اللہ عنہ نے ایران فتح کیا۔ اور چین کے شہر گوانگزو

KARACHIEDU.COM

۹۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ کے والد زید اسلام سے قبل بھی دین حنیف کے پیروکار تھے اور کفریہ و مشرکانہ عقائد کے ساتھ ہر قسم کے فسق وفجور سے دور رہتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ابتدائے اسلام میں ایمان قبول کیا اور پھر ان کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت خطاب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن) نے بھی اسلام قبول کیا جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سختی کی تھی۔ غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ قریش کے قافلہ کا تعاقب کرنے کے لیے نکلے تھے، بقیہ تمام غزوات اور جنگوں میں شامل رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہیں جو دمشق کے گورنر بنے، آخر عمر میں آپ رضی اللہ عنہ نے زہد و قناعت پسندی کی وجہ سے مدینہ منورہ کے قریب وادی عقیق میں سکونت اختیار کی اور وہیں رحلت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔

۱۰۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ کا نام عامر بن عبداللہ بن جراح ہے، آپ رضی اللہ عنہ کے والد چونکہ ان کے ہاتھوں حالت کفر میں قتل ہوئے، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں، جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے آپ کو ”امین ھٰذہ الامۃ“ (اس امت کا امین) لقب عطا فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ تمام غزوات اور اہم مواقع میں شامل رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دمشق، شام و فلسطین کی فتح میں بے حد جدوجہد کی، بعد میں آپ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر مقرر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نہایت سادگی پسند اور قانع تھے۔ ۱۸ھ کو طاعون کی وبا سے دمشق کے قریب جابیہ مقام پر رحلت فرمائی اور وہاں ہی مدفون ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	مناقب صحابہ کرام و عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم پر تقریری نشست کا اہتمام کروائیں یا ہم اپنی روزمرہ کی عملی زندگی میں کیا استفادہ کر سکتے ہیں۔ باہمی مذاکرہ کے ذریعے نکات مرتب کریں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ مناقب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مضمون تحریر کریں۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کریں۔

KARACHIEDU.COM

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ صحابی کے لفظی و اصطلاحی معنی تحریر کریں۔

۲۔ عشرہ مبشرہ کے لفظی معنی بتائیں۔

۳۔ عشرہ مبشرہ کے نام تحریر کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ عشرہ مبشرہ کے معنی ہیں:

(الف) دس دوست (ب) دس ساتھی

(ج) دس عمل (د) خوشخبری سنائے جانے والے دس آدمی

۲۔ صحابی وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے:

(الف) ملاقات کی ہو (ب) تجارت کی ہو

(ج) دوستی کی ہو (د) مواخات کی ہو

۳۔ حدیث شریف میں سب سے بہتر زمانہ قرار دیا گیا ہے:

(الف) موجودہ زمانہ کو (ب) حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے زمانہ کو

(ج) بعثت سے قبل کے زمانہ کو (د) آخرت کے زمانہ کو

ہدایات برائے اساتذہ کرام

طلبہ وطالبات میں سے ہر ایک شاگرد سے مرد، عورتوں، بچوں اور بوڑھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب سے متعلق مضامین تیار کروائیں، جس میں ان کی علمی خدمات کو بھی واضح کیا گیا ہو، اس کے لیے ان کو انٹرنیٹ سے مدد لینے کی تربیت دی جائے۔

KARACHIEDU.COM

علم کی اہمیت و فضیلت

حاصلاتِ تعلم

- علم کے معنی و مفہوم بیان کر سکیں۔
- علم کی اہمیت و فضیلت وافادیت سمجھ کر روزمرہ کی عملی زندگی میں استفادہ کر سکیں۔

علم کے معنی و مفہوم: "علم" کے لغوی معنی جاننے اور آگاہ ہونے کے ہیں۔ جبکہ تعلیم کا لفظ دوسروں کو علم دینے اور سکھلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاح میں "انسان کا حواس خمسہ اور عقل کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت کو جاننے کا نام علم ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر بے شمار انعامات و احسانات ہیں اور انسانوں کے اوپر جو خاص نعمتیں اور نوازشیں ہیں، ان میں سے علم کا عطا کرنا سب سے بڑی نعمت اور احسان ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد سب سے پہلے جو چیز آپ کو عطا ہوئی وہ علم تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ (سورۃ البقرہ:۳۱) ترجمہ: اور اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے۔

علم کی اہمیت و فضیلت: رب کائنات نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دے کر اسے علم و عقل سے نوازا۔ علم کے ذریعے ہی انسان کے لیے ساری کائنات مسخر کر دی گئی۔ علم ہی کی وجہ سے انسان کو تمام باقی مخلوقات پر شرف حاصل ہے۔ علم ہی انسان کے لیے عظمت و شرف کی بنیاد ہے اور سربلندی کا ذریعہ ہے۔ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ وہ عالم الغیب، علام الغیوب اور علیم بذاتِ الصدور جیسی صفات رکھتا ہے۔ تمام مخلوق کو اس کی ضرورت کا علم عطا کرنے والی ذات بھی وہی ہے۔ جس زمانہ میں عرب میں اسلام کا آغاز ہوا، دنیا علم کی اہمیت سے ناواقف تھی، اسلام نے علم کی قدر و قیمت بتائی اور لوگوں کو تحصیل علم کی رغبت دلائی۔ علم اور اہلِ علم کی فضیلت کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جن کو علم عطا کیا گیا، اللہ ان کے درجے بلند کر دیں گے۔ (سورۃ المجادلۃ:۱۱) یہاں بلندی درجات میں علم کو ایمان کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ترجمہ: اور دعا کیجیے: اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما دیجیے۔ (سورۃ طٰہٰ:۱۱۴) ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ پس نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔ (الزمر:۹)

KARACHIEDU.COM

علم اور اہل علم کی فضیلت میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ (سنن ترمذی، حدیث: ۲۶۸۲) ترجمہ: اہل علم ہی انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ: ایک سمجھ والا عالم، شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۲۲)۔ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ (سنن ابن ماجہ: ۲۲۴) ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر فرض ہے۔

علم و اخلاق کے زیر سایہ اگر بہتر تربیت کا اہتمام ہو تو انسان میں اچھے برے کی تمیز، صحیح اور غلط کا امتیاز، خالق و مالک کی پہچان، اس کی مخلوق سے محبت، ہمدردی اور خیر خواہی جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں اور وہ سیرت و کردار کے اعتبار سے باوقار اور کارآمد فرد بن جاتا ہے اس لیے اسلام میں علم حاصل کرنا فرض شمار کیا گیا ہے۔ جب کہ اپنے ماتحتوں، اولاد اور اہل خانہ کی اخلاقی تربیت کی ذمہ داری بھی ہمارے اوپر لازم کی گئی ہے۔ اس لیے علم و اخلاق کو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم تصور کیا جاتا ہے بلکہ اخلاقی و دیگر تمام تر صفات کی بنیاد علم ہے جسے ہر صورت فوقیت دینا ایک مسلمان کا پہلا فریضہ ہونا چاہیے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

طلبہ و طالبات سے درج ذیل عنوان پر نوٹ تحریر کروائیں:
- حدیث شریف میں اہل علم کے اوصاف
- حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ بحیثیت معلم

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوال کا تفصیلی جواب تحریر کریں:

۱۔ علم کی اہمیت و فضیلت وافادیت پر مضمون تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ علم کے معنی اور مفہوم کیا ہیں؟

۲۔ علم کی اہمیت سے متعلق قرآنِ کریم کی کوئی ایک آیت اور اس کا ترجمہ بیان کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوال کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد پاک ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں:

(الف) علماء کرام　　(ب) اولیاء کرام

(ج) اساتذہ کرام　　(د) طلباء کرام

ہدایات برائے اساتذہ کرام

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ طلبہ و طالبات سے درج ذیل عنوان پر مضمون تحریر کروائیں:
- علم کی اہمیت و فضیلت
- علم اور اہل علم کی فضیلت

KARACHIURDU.COM

اسلام میں خاندان کی اہمیت

حاصلاتِ تعلم

- اسلام میں خاندان کی اہمیت و افادیت واضح کر سکیں۔
- خاندان کے باہمی حقوق بیان کر سکیں۔
- روز مرہ کی عملی زندگی میں ادائیگی حقوق کی کوشش کر سکیں۔

خاندان کے معنی و مفہوم: ''خاندان'' فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی گھرانہ، کنبہ، قبیلہ، بال بچے، حسب نسب کے ہیں۔ ایک ہی نسل کے قریبی رشتہ داروں کا مجموعہ عائلی (خاندانی) زندگی کا مفہوم ہے۔ انسان کی فطرت و طبیعت میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اکیلے نہیں رہ سکتا بلکہ گھر، محلہ، گاؤں اور شہر بسا کر اکٹھے رہتا ہے، خاندان کے اہم عناصر ماں باپ، میاں بیوی اور اولاد بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ آہستہ آہستہ وسعت اختیار کر کے دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، چچی، پھوپھا، پوپھی، خالو، خالہ، ماموں مامی، اور ان کی اولاد یہ رشتے مل کر ایک کنبہ یا خاندان بناتے ہیں۔ خاندانی زندگی انسان کی تمدنی زندگی کی سب سے پہلی کڑی ہے، لیکن انسان اپنی سماجی فطرت کی وجہ سے اپنے خاندان، رشتہ داروں اور دیگر انسانوں کے بغیر آرام و اطمینان والی زندگی گزار نہیں سکتا۔ گویا خاندان معاشرے کا بنیادی جزو ہے۔

خاندان کا آغاز اور معاشرتی ضرورت و اہمیت: خاندان اور کنبہ سے ہی معاشرتی زندگی کی شروعات ہوتی ہے۔ خاندان کی ابتدا مرد و عورت (شوہر اور بیوی) کے باہمی نکاح سے شروع ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اسلام دونوں مرد و عورت کو مساوی اہمیت دیتا ہے۔ ہر ایک کا دائرہ متعین ہے، اسلام ہر ایک کے حقوق و فرائض کی ادائیگی پر تلقین و تاکید کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ (سورۃ الحجرات: ۱۳)

انسانوں کے علاوہ خاندان اور رشتوں ناطوں کا تصور کسی بھی مخلوق میں موجود نہیں، یہ شرف اشرف المخلوقات انسان کو حاصل ہے کہ وہ گھر میں ماں، باپ، دادا، دادی، بہن، بھائیوں اور اولاد کی حیثیت میں عزت و احترام، پیار و محبت سے پیش آتے ہیں، مرد کما کر لاتا ہے، ان کی ضروریات کو پورا کرتا ہے، اگر ان کے درمیان اَن بَن ہو جائے تو خوش دلی سے ان کا تصفیہ کراتا ہے، یہ تمام چیزیں ایک خاندان کی بدولت ظاہر ہوتی ہیں اس لیے اسلام نے خاندان کو سماج اور صالح معاشرہ کی زینت بنایا ہے۔

KARACHIEDU.COM

میاں بیوی کا رشتہ: انسانیت کی بقاء اور نسل انسانی کا وجود مرد وعورت کے باہمی تعلق سے ہے اور انسانوں کے باہمی تعلقات میں میاں بیوی کے رشتہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جانبین کے والدین کی رضامندی کے بعد ایجاب و قبول اور نکاح کے اعلان سے رشتہ قائم ہوتا ہے، اور اس سے عظیم مصالح اور منافع وابستہ ہیں۔ نکاح ہی اچھے خاندان اور پاکیزہ سماج کو جنم دیتا ہے۔ قرآن کریم نے رشتہ ازدواج کو"احصان" کا نام دیا ہے،یعنی قلعہ بند ہو کر محفوظ ہو جانا۔ درحقیقت نکاح ایک معاہدہ ہے، جس کے ذریعہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے زندگی کے دو ساتھی، دکھ سکھ میں شریک اور ایک دوسرے کے ہمدرد بن جاتے ہیں۔ مشکلات اور مسائل کے حل میں ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں۔ زندگی کا سکون اور قلب کا اطمینان بڑی حد تک ان کی خوشگواری اور باہمی الفت و اعتماد کے ذریعے ہوتی ہے۔ جس قدر محبت و الفت زیادہ ہوگی اسی قدر اس کا نتیجہ بھی نفع بخش ہوگا۔ نکاح نسلِ انسانی کے لیے نہ صرف بقا کا سبب ہے بلکہ اس کے ذریعہ آدمی بہت ساری غیر اخلاقی کاموں سے محفوظ رہتا ہے، اولاد پیدا ہوتے ہی ایک نئے خاندان کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے زوجین کے تعلق مزید مضبوط ہو جاتے ہیں۔ دونوں طرف سے محبت و احترام بڑھ جاتا ہے۔ گھر اولاد کی وجہ سے بارونق ہو جاتا ہے۔

حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔(سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۸۴۶) ترجمہ: نکاح والی زندگی گزارنا میری سنت ہے، پس جو بھی میری سنت سے اعراض کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

نکاح کے اس بابرکت رشتہ کو اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے لیے باہمی پردہ اور لباس قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ (سورۃ البقرہ:۱۸۷) ترجمہ: وہ (عورتیں) تمھارے لیے ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔

خاندان (ازدواجی زندگی) کے مقاصد: اللہ تعالیٰ کے نزدیک عائلی (خاندانی) زندگی کا مقصد نسل انسانی کی بقا اور اس کی افزائش ہے۔ • انسان کو سکون و اطمینان ازدواجی زندگی سے ہی ملتا ہے۔ • زوجین میں باہمی محبت و الفت کا وسیلہ بنتا ہے۔ خاندانی زندگی کے راحت و سکون کا سبب بنتا ہے۔ • فریقین کو پاکیزگی کے ساتھ زندگی کی مسرتیں اور راحتیں نصیب ہوتی ہیں۔ • نسل انسانی کا تسلسل اور بقاء بھی انسانی عظمت اور شرف کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ • اجتماعیت کا ایک خاص حلقہ وجود میں آتا ہے جن کے مفادات مشترک ہوتے ہیں جس کی بنا پر کنبہ اور معاشرہ مضبوط ہوتا ہے۔

میاں بیوی کے حقوق و فرائض: حدیث میں ہے کہ:كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔(صحیح بخاری:۲۴۰۹)ترجمہ: تم سب نگران ہو اور تم سے تمھاری نگرانی میں موجود افراد اور رعایا کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق زوجین کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق و فرائض مقرر کیے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ

KARACHIEDU.COM

بِالْمَعْرُوْفِ ۔ (البقرہ:۲۲۸) ترجمہ: اور عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔اسی طرح ان عورتوں کے حقوق میں: نان نفقہ، لباس، مکان، علاج معالجہ اور دیگر ضروریات مہیا کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے، اپنے مالی وسائل کے اعتبار سے یہ ضروریات پوری کرے گا، بیوی کو مہر میں دی گئی رقم یا دیگر ذاتی ملکیت رکھنے اور کاروبار کرنے کا جائز حدود میں اجازت دینا۔ مرد کے فرائض میں یہ امور بھی شامل ہیں: بیوی اور گھر کے دوسرے افراد سے پیار و الفت سے پیش آنا۔ اس پر ظلم وزیادتی نہ کرنا۔ عدل واحسان کا رویہ اختیار کرنا۔ ان کے حقوق شریعت کے مطابق ادا کرنا۔

بیوی کی ذمہ داری ہے کہ شوہر کی عدم موجودگی میں شوہر کے مال و اسباب کی امانت کی طرح حفاظت کرے، شوہر کی اجازت کے بغیر کسی نامحرم کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے، فرمانِ الٰہی ہے۔ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ۔ (النساء:۳۴) ترجمہ: تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ فرمانبردار ہوتی ہیں اور ان کی پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں مال و آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔ شوہر کی آمدنی اور مالی حیثیت سے بڑھ کر خرچہ کا مطالبہ نہ کرے۔ شوہر کے گھر میں کوئی تکلیف یا تنگی دیکھے تو خوا مخواہ دوسروں کو اس کی شکایت نہ کرے بلکہ درگزر اور برداشت کرے۔ شوہر یا گھر کے راز افشاں نہ کرے۔ نسب و نسل کی حفاظت اور بچوں کی نگہداشت و تربیت کرے، شوہر کی خدمت و اطاعت کرے وغیرہ۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد گرامی ہے کہ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث:۲۰۵۳) ترجمہ: تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔

والدین کا ادب و احترام: تمام رشتوں میں والدین کا رشتہ اہم اور قابل احترام ہے، ان ہی کی وجہ سے ہم اس جہاں میں آئے، اور ان کی دیکھ بھال اور پرورش سے ہمارے اندر قوت پیدا ہوئی، اس لیے ہمیں والدین کی خدمت اور احترام میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمیں یہی حکم دیتا ہے: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ (سورۃ الاسراء: ۲۳- ۲۴) ترجمہ: اور آپ کے پروردگار نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ تم لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو، ماں باپ کے ساتھ بہتر سلوک کرو، اگر تمھارے سامنے ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہو، اور نہ ان کو جھڑ کو، ان کے ساتھ خوب ادب کے ساتھ بات کرو۔ ان کے سامنے نیازمندی سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو، اور دعا کرتے رہو: اے میرے رب! جیسے ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی آپ ان پر اسی طرح رحم فرمایئے۔

ماں باپ اگر کافر اور مشرک ہی کیوں نہ ہوں، دنیا میں ان کا ادب واحترام کرنا، ان کی فرمانبرداری کرنا، اچھا سلوک کرنا اور خدمت کرنا لازمی امر ہے۔ ہاں اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یا کفر وشرک اختیار کرنے کا حکم کریں تو ان سے معذرت کی

KARACHIEDU.COM

جائے گی۔ والدین کے رشتہ داروں اور دوستوں سے بھی بہتر تعلق رکھنا چاہیے، والدین کے حقوق (اولاد کے فرائض) یہ ہیں: • عزت و احترام۔ • اطاعت و فرمانبرداری۔ • حسن سلوک • والدین کے اقرباء ورفقاء سے حسن سلوک۔ • اعتراف شکر۔ • دعائے مغفرت۔

اولاد کے حقوق: خاندان کی رونق اولاد ہے اور اولاد کا مقصد بقاء نوع اور زندگی کا سبب ہے، اولاد ہونا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اولاد کے لیے باپ کے ذمے ادب سکھانا اور صحیح تربیت ہے۔، ساتھ ہی والدین پر ان کے لیے بعض دیگر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، جن کو اولاد کے حقوق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اولاد کی اچھی پرورش، تعلیم اور اچھی تربیت کا اہتمام کرنا۔ رحمت و شفقت کرنا۔ اچھی جگہ ان کی شادی کرنا۔ وراثت میں عدل کرنا۔ • اولاد کو دین کی ضروری باتیں، قرآنِ کریم کی تعلیم اور نماز کی تربیت دینا۔ • اولاد کو اسلامی اقدار کی تعلیم دینا • اولاد کے درمیان برابری اور انصاف کا معاملہ رکھنا، بیٹیوں کو بھی بیٹوں کی طرح تحفہ تحائف اور پیار میں شریک کرنا۔ بیٹی کی پیدائش پر غمگین نہ ہونا کیوں کہ ناراضگی کا اظہار کرنا ناشکری ہے۔ • اولاد پر بے جا سختی اور تشدد سے پرہیز کرنا اور ان سے شفقت اور پیار و محبت کا رویہ رکھنا۔ • اپنی اولاد کو بھوک و تنگدستی کی وجہ سے قتل نہ کرنا۔

خاندان سے حسن سلوک: والدین کے بعد قرابت داروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا، بہن بھائی اور وہ رشتہ دار جو ماں باپ کے تعلق سے رشتہ دار بنتے ہیں مثلاً: دادا، دادی، نانا، نانی، ماموں، خالہ، پھوپھی، چچا، چچازاد، تایازاد، خالہ زاد، ماموں زاد ان سب کے ساتھ حسن سلوک روا رکھنے اور ان کی مالی مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرابت دار بلکہ ہر مسلمان کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہیے، ان کو ایذا دینا حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: (اے محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کس طرح کا مال خرچ کریں۔ کہہ دیجیے کہ (جو چاہو خرچ کرو لیکن) جو مال خرچ کرنا چاہو وہ (درجہ بدرجہ اہل استحقاق یعنی) ماں باپ کو اور قریب کے رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں اور مسافروں کو (سب کو دو) اور جو بھلائی تم کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے (البقرہ:۲۱۵)۔

خاندان والوں کے باہمی حقوق: خاندان کا فرد ہونے کی حیثیت سے ہر ایک کے لیے لازمی ہے کہ • خاندان والوں سے حسن سلوک کرے۔ • محبت و شفقت سے پیش آئے۔ • مصیبت و پریشانی کے وقت دلجوئی کرے۔ غربت اور تنگ حالی کے وقت مالی مدد کرے۔ • خاندان کے یتیم بچوں کی پرورش اور تربیت کرے۔ • خاندان کی خوشی اور غمی میں شرکت کرے۔ • باہمی تعاون کرے (مسائل حل کرنے میں مالی، جسمانی اور نیک مشوروں کی صورت میں تعاون کرے)۔ • خاندان میں تنازعات کے وقت صلح وصفائی کرے۔

KARACHIEDU.COM

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات

ایک گروپ موجودہ ماحول میں ان امور کی نشان دہی کریں جو خاندان کو نقصان اور تعلقات کو کمزور کر رہے ہیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ اسلام میں خاندان کی اہمیت پر مضمون تحریر کریں۔

۲۔ شوہر بیوی کے حقوق وفرائض پر نوٹ تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ خاندان سے کیا مراد ہے تحریر کریں۔

۲۔ والدین کے ادب واحترام کے متعلق تحریر کریں۔

۳۔ اولاد کے حقوق تحریر کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ تمام رشتوں ناطوں میں سے اہم رشتہ ہے:

(الف) ماں باپ کا　　(ب) میاں بیوی کا

(ج) بہن بھائی کا　　(د) استاد شاگرد کا

۲۔ خاندان کی خوبصورتی ہے:

(الف) افرادِ خانہ　　(ب) دولت

(ج) اولاد　　(د) وارثت

ہدایات برائے اساتذہ کرام

خاندان کی اہمیت پر تقریری مقابلہ کروائیں۔

KARACHIEDU.COM

احترامِ انسانیت

حاصلاتِ تعلم

- احترامِ انسانیت کا مفہوم بیان کر سکیں۔
- احترامِ انسانیت کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔
- احترامِ انسانیت کے منافی صورتوں سے اجتناب کر سکیں۔

احترامِ انسانیت کا مفہوم: "احترام" کے معنی عزت اور قدر، فضیلت اور برتری کے ہیں۔ "احترام انسانیت" کا مطلب ہے انسان کی عزت اور بڑائی۔ انسان اشرف المخلوقات یعنی انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق ہے، اس کو دوسری تمام مخلوقات پر برتری حاصل ہے۔ یعنی اس کائنات میں ہر انسان کو عزت وفضیلت کا مرتبہ ومقام حاصل ہے۔ کسی بھی رنگ ونسل، مذہب وزبان، قوم اور ملک سے تعلق رکھنے والے ہر انسان کو دوسرے انسان کی جان، مال اور عزت کا تحفظ دینا "احترامِ انسانیت" کہلاتا ہے۔

احترام انسانیت کی اہمیت: اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات پر بڑا شرف اور عزت بخشی ہے۔ اس نے زمین و آسمان اور اس کے درمیان والی تمام اشیاء کو انسانوں کے فائدہ اور آسانی کی خاطر پیدا فرمائی ہیں، تمام چیزیں سب انسانوں کے لیے مشترکہ میراث ہیں۔ ہر انسان ان نعمتوں سے بہرہ ور ہو رہا ہے۔ انسانیت کے اس بڑے شرف کو قرآنِ کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے: وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (سورۃ الاسراء: ۷۰) ترجمہ: ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی ہے، ہم نے ان کو خشکی اور تری میں سواری دی ہے، ان کو پاکیزہ چیزیں رزق دی ہیں، اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت سے نوازا ہے۔

انسان کو علم وعقل اور گویائی کی نعمت ملی، جس سے وہ اپنا مافی الضمیر مناسب پیرائے میں بیان کر سکتا ہے۔ یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ سب انسان اس میں برابر ہیں۔ اسلام رنگ ونسل، زبان اور وطن کے امتیازات کو باطل قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک بڑائی اور بزرگی کا معیار صرف تقویٰ اور اللہ تعالیٰ خوف کا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ (الحجرات: ۱۳) ترجمہ: بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ دنیا کے تمام لوگ ایک ہی اصل سے ہیں۔ ترجمہ: تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیئے۔ (النساء: ۱)

KARACHIEDU.COM

قرآن مجید نے انسان کو اس کے صحیح منصب سے آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر خلیفہ اور نائب بنایا ہے اس کو اس کی ذمہ داریوں کی اصل حیثیت سے آگاہ کر کے اسے بہت سے باطل معبودوں کی غلامی سے آزاد کر دیا اور اسے ذمہ دار اور باوقار بنادیا، اسے بتایا گیا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہے، کسی کو کسی پر سوائے ایمان، علم اور تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں ہے۔ ان تمام آیات مبارکہ میں عمومی طور پر مجرد انسان کو ہی حیثیت دی گئی ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔

انسانیت اور دورِ جہالت: اسلام سے پہلے والے زمانہ کو "دورِ جہالت" کہا جاتا ہے، اس دور میں انسانیت کا احترام تقریباً لوگوں کے اندر سے ختم ہو چکا تھا۔ لوگ پتھروں، درختوں، دریاؤں، سمندروں، سورج، چاند، ستاروں اور دیگر طاقتور چیزوں کو محترم اور لائق عزت سمجھتے تھے۔ ان بے جان اور بے اصل چیزوں کو دیوتا مان کر ان کی پرستش کرتے، ان کے سامنے منتیں مانتے اور جانور لا کر نذر کے طور پر قربان کرتے، بعض مشرکین تو ان دیوتاؤں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اپنی اولاد تک ان کے سامنے قربان کر دیتے تھے۔

اسلام نے ایسے باطل خیالات اور رسومات کو رد کیا، ایک طرف انسانوں کو انسانیت کے احترام کا درس دیا اور دوسری طرف بڑائی، تکبر اور خود پسندی جیسی خصلتوں کو برا ٹھہرایا، حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں میں یہ پیغام عام کیا کہ: اے انسانو! تم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہو، جس کی پیدائش مٹی سے ہے، اس لیے تم میں سے بعض انسانوں کا اپنے آپ کو بڑا اور اونچا سمجھنا اور تکبر کرنا نہایت ناسمجھی اور جہالت کی بات ہے۔ (مسند احمد، حدیث: ۲۳۴۸۹)

احترامِ انسانیت کے منافی اشیاء: انسان پرہیز گاری اور حسنِ خلق کی وجہ سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور ایسی بہت سی صفات اور عادات / باتیں ہیں جو احترامِ انسانیت کے منافی ہیں جن میں سے چند کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

- تکبر (نخوت و کبر) اللہ تعالیٰ یا مخلوق کے سامنے خود کو فکری، علمی، مالی یا نسبی اعتبار سے قابل فخر سمجھنا۔
- لوگوں کو حقیر سمجھنا، ان سے تمسخرانہ یا ہتک آمیز رویہ اختیار کرنا، اور الزام بازی کرنا۔
- لوگوں سے ظلم و زیادتی یا غیر منصفانہ طرز عمل کا مظاہرہ کرنا۔ ان کی عیب جوئی اور تجسس بازی کی کوشش کرنا۔
- اولاد میں چھوٹے بڑے، عقلمند، ناسمجھ یا بیٹے اور بیٹی کی بنیاد پر غیر مساوی سلوک کرنا۔
- کسی انسان کی جسمانی یا عملی کوتاہی کی بناء پر اسے طعن و تشنیع کرنا، برے القاب سے پکارنا یا اس کی کسی بھی قسم کی بے توقیری اور بے عزتی کرنا۔
- ایک دوسرے سے بد اخلاقی، بدکلامی، یا ناشائستہ اندازِ گفتگو کا مظاہرہ کرنا۔

KARACHIEDU.COM

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات

- طلبہ اپنے ماحول میں روزمرہ کی عملی زندگی میں احترام انسانیت کا کوئی اپنا واقعہ سنائیں۔
- احترام انسانیت کے منافی اعمال۔ باہمی مباحثہ کے بعد نکات کی صورت میں تحریر کریں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں:

۱۔ احترام انسانیت پر دس نکات تحریر کریں۔

۲۔ احترامِ انسانیت سے متعلق قرآنِ کریم کیا حکم دیتا ہے؟

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں:

۱۔ احترام انسانیت کا مفہوم تحریر کریں۔

۲۔ احترام انسانیت کی منافی صورتیں تحریر کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں احترامِ انسانیت تھا:

(الف) زیادہ　　(ب) کم

(ج) ختم　　(د) بہتر

۲۔ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو:

(الف) زیادہ تقویٰ والا ہو　　(ب) زیادہ مرتبے والا ہو

(ج) زیادہ علم والا ہو　　(د) زیادہ دولت والا ہو

ہدایات برائے اساتذہ کرام

اساتذہ کرام طلبہ اور طالبات کو کچھ ایسی شخصیات کے بارے میں معلومات فراہم کریں جو احترام انسانیت کے حوالے سے پہچانی جاتی ہیں مثلاً: عبدالستار ایدھی کا یتیموں اور محتاجوں کی دیکھ بھال کرنا۔

KARACHIEDU.COM

عدل اجتماعی

حاصلاتِ تعلم

- عدل اجتماعی کا مفہوم اور اسلام میں تصور بیان کر سکیں۔
- عدل اجتماعی کی اہمیت اور اثرات بیان کر سکیں۔
- دورِ حاضر میں عدل اجتماعی کی ضرورت اور صورتیں بیان کر سکیں۔
- عدل اجتماعی کے فوائد (عادلانہ معاشرے کا قیام) بیان کر سکیں۔

عدل اجتماعی کا مفہوم: عدل عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی ہیں سیدھا کرنا، برابری کرنا۔ دو چیزوں کے درمیان موازنہ کرنا۔ دو حالتوں میں توسط اختیار کرنا۔ اصطلاح میں عدل کا مفہوم بہت وسیع ہے کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا اس طرح کہ دونوں میں کمی بیشی نہ ہو۔ کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا۔ یعنی قول و عمل میں سچائی کی میزان کو کسی ایک طرف جھکنے نہ دینا، وہی کام کرنا چاہیے اور وہی بات کہنی چاہیے جو سچائی کی کسوٹی پر پوری اترے۔ نیز ہر شخص کے ساتھ بلا رو رعایت معاملہ کیا جائے جس کا وہ مستحق ہے۔ عدل کے مقابلے میں "ظلم" آتا ہے، یعنی کسی چیز کو بے محل و موقع رکھنا۔ ایک ظالم کرنے کے ساتھ "عدل" یہ ہے کہ اسے ظلم سے نجات دلائی جائے۔

عدل کی اہمیت: اسلام امن و سلامتی کا دین ہے وہ دنیا کے لیے رحمت بن کر آیا ہے۔ اس نے ایک ایسے ضابطہ حیات کو مرتب کیا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان زندگی کی حقیقی مسرتوں سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں اسلام نے عملی زندگی کے لیے سب سے زیادہ "عدل" پر زور دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ معاشرہ کی ہر طرح کی بے چینی اور خرابی کی اولین وجہ "عدل" سے انحراف ہے۔ معاشرہ میں خرابی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کے افراد "عدل" کو چھوڑ دیں۔ اسلام نے عدل کے متعلق تمام پہلوؤں میں رہنمائی فرمائی ہے چاہے عدل اجتماعی ہو یا انفرادی، معاشی ہو یا معاشرتی، قانونی ہو یا سیاسی۔

عدل ہی معاشرے کے بہتر نظام کا ضامن ہے، اسلامی معاشرتی زندگی کا بھی یہی تقاضا ہے کہ لوگوں کے درمیان اور زندگی کے ہر شعبہ میں عدل و انصاف کو فروغ دیا جائے۔ قرآن کریم میں ارشاد پاک ہے ترجمہ: بے شک اللہ انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے منع کرتا ہے، تمھیں سمجھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ (سورۃ النحل: ۹۰)

اس آیت کے نازل ہونے کا مقصد یہی ہے کہ تمام انسان اپنی اجتماعی زندگی میں عدل و انصاف کے ساتھ رہیں، ظلم و زیادتی کو ختم کریں تاکہ ان کی معاشرتی زندگی امن و سکون کا گہوارہ بن جائے۔

KARACHIEDU.COM

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے ترجمہ: اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، بے شک اللہ تمھیں بڑی اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے، یقیناً اللہ خوب سننے دیکھنے والا ہے۔ (سورۃ النساء:۵۸)

"اور جب لوگوں کے درمیان تم فیصلہ کرنے لگو۔" کا مطلب ہے کہ فیصلہ کرنے والے کے لیے دونوں فریق برابر ہونے چاہییں، چاہے وہ دوست ہوں یا دشمن، اپنے ہوں یا پرائے، مسلم ہوں یا غیر مسلم، قریبی ہوں یا دور کے،، امیر ہوں یا غریب، کسی بھی طرح کے ہوں فیصلہ کرنے والے کو غیر جانبدار ہو کر عدل و انصاف کا فیصلہ کرنا چاہیے۔

زندگی کے ہر شعبے میں "عدل" کی ضرورت ہے، خواہ اس کا تعلق ہماری اپنی ذات سے ہو یا مخلوق سے، اپنی ذات کے ساتھ عدل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے لیے لباس، خوراک، آرام وغیرہ کا مناسب انتظام کیا جائے۔ مخلوق سے عدل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حقوق پوری پوری طرح ادا کیے جائیں اور ان میں کسی طرح کی بھی کوتاہی نہ کی جائے

عدل کی اقسام: (۱) عدل انفرادی (۲) عدل اجتماعی

عدل انفرادی: انسان اپنی انفرادی ذاتی زندگی میں اعتدال کا لحاظ رکھے چاہے جسمانی (کھانے پینے، سونے، خوشی، غمی وغیرہ) زندگی ہو یا روحانی (عبادات) زندگی، یا دنیاوی معاملات ہوں یا معاشی (کسب مال) زندگی ہو۔ ہر حال میں عدل / اعتدال اور توازن کو ملحوظ رکھا جائے۔

عدل اجتماعی: انسانی معاشرے میں انصاف یعنی معاشرہ کے افراد میں مساوات ہو اور ہر ایک کو اپنے حقوق حاصل ہوں۔

عدل اجتماعی کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

قانونی مساوات: معاشرے میں قانونی مساوات کا ہونا یعنی قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور قانون کو سب پر بالادستی حاصل ہو اس میں امیر ہو یا غریب، افسر ہو یا ماتحت، دوست ہو یا دشمن، اپنا معاملہ ہو یا دوسرے کسی کا، چھوٹا ہو یا بڑا کی کوئی تمیز نہ ہو۔

معاشی امور اور عدل اجتماعی: اسلام کے اقتصادی نظام میں ہر شخص اپنی صلاحیت اور پسند کے مطابق جائز ذریعہ معاش اختیار کرنے میں آزاد ہے۔ روزی کمانے کا کوئی جائز ذریعہ مثلاً: تجارت، زراعت، صنعت، ملازمت وغیرہ کسی شخص کے لیے ممنوع نہیں ہیں۔ روزی حاصل کرنے کے جتنے وسائل ہیں ان کو اللہ نے سارے بندوں کے لیے مہیا کیا ہے، اس لیے ان سے فائدہ اٹھانے کا سب کو یکساں حق حاصل ہے، اسلام کسی بے روزگار اور معذور کے لیے بنیادی ضروریات کا فراہم کرنا حکومت اور سوسائٹی کا فرض سمجھتا ہے تاکہ کوئی شخص معاشی ناانصافی کا شکار نہ ہو۔

KARACHIEDU.COM

عادلانہ معاشرے کا قیام: معاشرے میں تمام انسان بحیثیت انسان برابر ہیں۔ کسی کو کسی طبقے، خاندان، قوم یا علاقے سے تعلق رکھنے کی بنا پر فضیلت نہیں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات:۱۳) ترجمہ: لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ نیز اسلام نے معاشرے میں تمام معاملات میں عدل کا حکم دیا ہے جس سے صالح وعادلانہ معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

عدالتی امور میں عدل اجتماعی: اسلام نے "عدل" کا باقاعدہ نظام پیش کیا جسے "قضاء" یا "عدلیہ" کہا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے دور مبارک میں رکھی۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو "عدل" کا اس قدر خیال رہتا تھا کہ آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ جب کہیں اپنے عمال روانہ فرماتے تو ان کی انتظامی قابلیت کے ساتھ ساتھ ان کی عدالتی قابلیت کے بارے میں بھی پورا پورا اطمینان کر لیتے۔

عدل اجتماعی کے اثرات: اسلام نے "عدل" کا جو تصور پیش کیا ہے وہ آج بھی بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور جو اصول و ضوابط پیش کیے ہیں وہ آج بھی اہل دنیا کے لیے مشعل راہ ہیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر دکھی انسانیت موجودہ مصائب و آلام سے نجات پا سکتی ہے۔ • معیشت میں عدل سے پورا معاشرہ خوشحال ہو جاتا ہے۔ • معاشرے میں عدل سے کوئی فرد بنیادی ضروریات سے محروم نہیں رہتا۔ • "عدل" زندگی کے تمام شعبوں میں توازن قائم کرتا ہے۔ • انسان کی زندگی اس وقت بہتر ہو سکتی ہے جب زندگی کے تمام عناصر میں خاص توازن واعتدال ہو۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ عدل اجتماعی کو نظر انداز کرنے سے کون سی معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں؟

۲۔ آپ کی نظر میں عدل اجتماعی قائم کرنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں؟

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ عدل اجتماعی کے معنی اور اس کا مطلب بیان کریں۔

۲۔ قرآنِ کریم عدل اجتماعی کے بارے میں کیا رہنمائی کرتا ہے۔

KARACHIEDU.COM

(ج) مندرجہ سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ عدل عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں:

(الف) انصاف قائم کرنا (ب) لوگوں سے اچھا سلوک کرنا

(ج) کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا (د) مظلوم کی بددعا سے بچنا

۲۔ قرآنِ کریم میں حکم ہے عدل کرو، کیوں کہ وہ زیادہ قریب ہے:

(الف) نیکی کو (ب) تقویٰ کو

(ج) جنت کو (د) فرمانبرداری کو

۳۔ ملک میں عدل وانصاف قائم ہو گا تو معاشرہ بن جائے گا:

(الف) امن وسکون والا (ب) ترقی یافتہ

(ج) عام بھلائی والا (د) نیکی والا

ہدایات برائے اساتذہ کرام

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ طلبہ اور طالبات کو حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ طیبہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیاۃ طیبہ کی روشنی میں عدل اجتماعی پر مضمون تحریر کروائیں۔

KARACHIEDU.COM

عفت وحیاء

حاصلاتِ تعلم

- عفت وحیاء کا مفہوم بیان کر سکیں۔
- عفت وحیاء کی فضیلت واہمیت سمجھ سکیں۔
- عفت وحیاء کے مظاہر واضح کر سکیں۔

عفت کے معنی اور مفہوم: ”عفت“ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی ہیں پرہیز گاری اور پاکیزگی۔ اور عفت کا شرعی مفہوم ہے: پاک دامن رہنا، اخلاقی پاکیزگی اور نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھ کر بے راہ روی، بدکاری اور بے حیائی جیسے کاموں سے نفس کو محفوظ رکھنا۔ اس کے ساتھ دوسرا لفظ آتا ہے ”عصمت“ کا جس کی معنی ہے پاک دامنی، بے گناہی اور عزت۔ قرآن کریم میں سچے مومن کے کئی اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک ”عفت“ ہے کہ: وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (المؤمنون:۵) ترجمہ: اور (کامیاب مومن وہ ہے) جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ تو ایسے انسان کو عفیف / عفیفہ عفت والا (پاک دامن) کہا جاتا ہے۔

”حیا“ کے لفظی معنی ہیں شرم اور غیرت، حیا کا مطلب ہے، انسان کے اندر ایک فطری اور اخلاقی صفت ودیعت کی گئی ہے، جس کے باعث وہ انسان خوفِ خدا کے جذبے کے تحت بے حیائی اور بداخلاقی جیسے ناشائستہ کام سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے اور برائی سے دور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے، تو ایسے انسان کو حیادار کہا جاتا ہے۔ انسان کی شرافت، عزت اور پاک دامنی کی بنیاد ہی حیاء پر ہے۔ جس آدمی میں یہ صفت جتنی زیادہ ہوگی وہ برائی اور گناہ کے کاموں سے اتنی زیادہ نفرت کرے گا اور احکامِ خداوندی اور اخلاقی اقدار کی پابندی کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنے وجود کو برقرار رکھنے اور پیدائش و افزائش نسل کے لیے کچھ حیوانی اور نفسانی جذبات رکھ دیے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اسے عقل اور وحی کے ذریعے جائز اور ناجائز میں تمیز بتادی ہے۔ جسم اور روح دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں اور دونوں کو مناسب توجہ دے کر ان کی نشو و نما کا خیال رکھنا انسان کا فرض ہے۔ اسلام بھی یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے جسمانی تقاضوں کو عقل و دین کے ماتحت رکھ کر زندگی بسر کرے۔ جب کوئی انسان نفسانی خواہشات کو عقل و دین کے ماتحت رکھ کر قابو میں رکھتا ہے اور روحانیت کو حیوانیت پر غالب رکھتا ہے تو اسے عفت والا کہا جاتا ہے۔ اور جب وہ ناشائستہ کاموں سے خوفِ خدا کے جذبے کے تحت گریز کرتا ہے تو اسے حیادار کہتے ہیں۔

KARACHIEDU.COM

عفت و حیا کی فضیلت و اہمیت: عفت و حیا اسلامی اخلاق کی فہرست میں روح اور جان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عفت و حیا کی تعلیم دی ہے اور اس خلق عظیم کو تمام اسلامی فضائل میں بڑا اقرار دیا ہے۔ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ترجمہ: ہر دین کے کچھ اخلاق ہیں اور اسلام کا اخلاق حیاء ہے۔ (موطا امام مالک، حدیث: ۲۶۳۴) دوسری حدیث میں ہے کہ: ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ حیادار اور پردہ پوشی کرنے والا ہے اور خود حیاء اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، حدیث: ۴۰۱۲)۔

حیا و غیرت مومن کی ایک اہم صفت ہے کیوں کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اسے ایمان کی ایک شاخ قرار دیا ہے: والحياء شعبة من الإيمان۔ (بخاری: ۹، مسلم: ۳۰) ترجمہ: اور حیاء ایمان کا ایک بڑا شعبہ ہے۔

حیا ایک ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے انسان بڑے سے بڑے رذائل سے بچ جاتا ہے۔ جبکہ جس شخص سے یہ صفت مفقود ہو جاتی ہے تو وہ کسی شر اور گناہ کے ارتکاب کی کوئی پرواہ نہیں کرتا نہ اس کو ندامت ہوتی ہے، اس صورتحال کے پیش نظر حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ: ترجمہ: جب تم میں حیا ہی نہ رہے تو جو چاہے کرتے پھرو (سنن ابی داؤد، حدیث: ۴۷۹۷)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہمارے پیارے نبی حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سب سے بڑھ کر عفت و حیاء کے پیکر تھے، آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کسی پردہ نشین عورت سے زیادہ حیادار تھے اور کوئی ناپسند چیز دیکھتے تو ہمیں اس کا احساس آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے چہرے مبارک سے ہو جاتا جبکہ فحش باتوں سے آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو طبعی نفرت تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ترجمہ: رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں جن میں سے حیاء بھی ایک بڑی شاخ ہے۔ (بخاری: ۹، مسلم: ۳۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ترجمہ: رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: یقیناً ایمان اور حیاء کا آپس میں گہرا تعلق ہے، جب ایک جاتا ہے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔ (الادب المفرد للبخاری: ۱۳۱۳)۔ جب انسان اپنی حیا کو گم کر دیتا ہے تو وہ ایک وحشی درندے کے مانند ہو جاتا ہے اپنی خواہشات کے پیچھے دوڑتا ہے، اچھے سے اچھے جذبات کو روندتا ہے۔ وہ غریبوں کا مال غصب کرتا ہے اور اپنے دل میں رحم نہیں پاتا۔ مخلوق خدا کو مصائب میں دیکھتا ہے تو اس پر اثر تک نہیں ہوتا۔ اس کی خود پرستی نے اس کی آنکھوں پر تاریک پردہ ڈال رکھا ہے۔ جو انسان اس پستی تک پہنچ جائے تو سمجھ لیں کہ وہ انسانیت کی حدود سے باہر ہو گیا ہے۔

KARACHIEDU.COM

عفت وحیاء کے مظاہر: انسان کے عفت وحیاء کا تعلق نہ صرف اس کے کردار و عمل سے ہے بلکہ اس کی سوچ و فکر، گفتار و انداز میں بھی اس کی بڑی اہمیت ہے۔ چنانچہ ہر انسان اور خصوصی طور پر ایک مسلمان مرد و عورت کو اپنی طرز زندگی میں عفت وحیاء کو اولیت دینی چاہیے تاکہ وہ معاشرے کے باعزت کارآمد شہری اور آخرت کے لیے مستعد افراد شمار ہو، ذیل میں وہ باتیں قابل توجہ ہیں جن میں عفت وحیاء کی عکاسی ہونا لازم ہے:

گفتار: مومن کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ گالی گلوچ، بد کلامی اور ناشائستہ انداز گفتگو اپنائے، بلکہ اس کو اچھی بات کرنی چاہیے یا خاموشی اختیار کرنی چاہیے، اور نازیبا گفتگو سے بچنا چاہیے، اور فضول باتوں سے کراہت محسوس کرے یہ گفتار کی عفت و حیاء ہے۔

لباس: اسلام نے لباس کے دو مقاصد گنوائے ہیں، ایک اس میں ستر ہو دوسرا زینت بھی ہو، چنانچہ مرد و خواتین کو اپنے حیا اور پردہ کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسا لباس اختیار کرنا چاہیے جس میں یہ مقاصد حاصل ہوں، اس اعتبار سے وہ لباس جو حیا اور پردہ داری کے خلاف یا دوسروں سے مشابہت رکھتا ہو وہ عفت وحیاء کے خلاف ہے۔

نشست و برخواست: ایک سچے مومن کو اپنی روزانہ معمولات میں ہر وقت بے حیائی اور نازیبا سرگرمیوں سے اجتناب کرنا چاہیے، قرآن کریم مومن مرد و عورت کو حکم فرماتا ہے کہ وہ اپنی نظروں کو جھکا کر رکھیں اور اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کریں اسی طرح وہ اپنی نظر اور سوچ کو بے حیائی والی بات پر مرکوز نہ کریں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ترجمہ: وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو باتیں سینوں میں پوشیدہ ہیں ان کو بھی۔ (الغافر:۱۹)

مجلس: انسان اپنی بعض گھڑیاں کسی مجلس، میٹنگ یا مشاورتی سرگرمی میں صرف کرتا ہے اس لیے جو بھی وقت آدمی دوسرے لوگوں کے ساتھ گزارتا ہے اس دوران بھی اس کی حرکات، سکنات، گفتگو اور انداز میں عفت وحیاء برقرار رہنا چاہیے۔

حیا کے تقاضے:

- انسان اپنی زبان کو فحش باتوں سے پاک رکھے۔ بے حیائی کی بات زبان پر نہ لائے اور بری باتوں کے اظہار سے شرمائے۔ حدیث میں ہے کہ: حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں (لے جانے والا) ہے۔ اور بد کلامی بد اخلاقی کا حصہ ہے اور بد اخلاقی جہنم میں (لے جانے والی) ہے۔ (الترمذی:۲۰۰۹)
- انسان اپنے ساتھ رہنے والوں کے حقوق و مراتب پہچانے اور صاحب فضل سے اس کے علم و فضل کا احترام کرتے ہوئے اس کی آواز سے آوازِ بلند نہ کرے اور نہ اس سے آگے قدم بڑھائے، حدیث میں ہے کہ: جن سے سیکھو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔

KARACHIEDU.COM

حیا کے مراتب: بعض حکماء نے حیا کے تین مراتب لکھے ہیں:

- احکام و اوامر خداوندی کی پابندی کرنا، اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنا، نفسانی خواہشوں پر قابو رکھنا، اور موت کو یاد کر کے بُری خواہشات سے اجتناب کرنا۔
- لوگوں کو ایذاء رسانی سے باز رہنا۔
- خود انسان کا تنہائی میں اپنے آپ سے حیا کرنا اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو حاضر سمجھ کر تمام گناہوں سے بچنا۔

موجودہ دور میں جدید ایجادات کی وجہ سے بے حیائی، عریانی اور فحاشی کی باتیں آسان اور سہولت سے دسترس میں آجاتی ہیں لیکن ایک مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسی باتوں میں مبتلا ہو، یا ایسی باتوں کو پھیلانے کا سبب بنے کیوں کہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ترجمہ: جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی یعنی تہمت بدکاری کی خبر پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (النور:۱۹)

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ عفت و حیاء کے مظاہر کیا ہیں؟ مثالوں سے واضح کریں۔

۲۔ عفت و حیاء کی فضیلت پر قرآن و حدیث کی روشنی میں نوٹ تحریر کریں۔

۳۔ دین اسلام میں عفت و حیاء کی کیا اہمیت ہے؟

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ عفت و عصمت کا مفہوم کیا ہے؟

۲۔ حیاء کے لغوی معنٰی اور مطلب تحریر کریں۔

۳۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی صفت حیاء کو احادیث میں کس طرح بیان کیا گیا ہے؟

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ عفت کے لفظ کے ساتھ دوسرا لفظ استعمال ہوتا ہے:

(الف) عصمت　　(ب) پاک دامنی

(ج) پرہیزگاری　　(د) پاکیزگی

KARACHIEDU.COM

۲۔ حیاء کو اہم شعبہ کہا جاتا ہے:

(الف)	اسلام کا	(ب)	ایمان کا
(ج)	شریعت کا	(د)	قرآن و سنت کا

۳۔ اسلام میں لباس کے جو دو مقاصد ہیں وہ ہیں:

(الف)	سادگی اور صفائی	(ب)	عمدگی اور نفاست
(ج)	ستر اور زینت	(د)	سفیدی اور کشادگی

۴۔ حدیث میں ایمان کی شاخوں کی تعداد فرمائی گئی ہیں:

(الف)	پچاس سے زیادہ	(ب)	ستر سے زیادہ
(ج)	اسی سے زیادہ	(د)	نوے سے زیادہ

۵۔ بعض حکماء نے حیاء کے مراتب بتائے ہیں:

(الف)	دو	(ب)	تین
(ج)	چار	(د)	پانچ

ہدایات برائے اساتذہ کرام

طلبہ و طالبات کو عفت و حیا کے اس سبق میں دی گئی احادیث بمعہ ترجمہ برزبان یاد کروائی جائیں اور ان کا تلفظ درست کروایا جائے۔

KARACHIEDU.COM

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

حاصلاتِ تعلم

- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا حسب نسب اور ولادت باسعادت بیان کر سکیں۔
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا بچپن تحریر کر سکیں۔
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت تحریر کر سکیں۔
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کر سکیں۔
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی دینی خدمات بیان کر سکیں۔

حسب و نسب: حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا پورا نام حسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور والدہ خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ہیں، یعنی والدہ اور والد دونوں طرف سے آپ ہاشمی اور صاحبِ شرف و فضیلت ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو عبد اللہ" اور القاب "سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ"، "سَيِّدُ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ" اور "رِيْحَانَةُ النَّبِيِّ" ہیں، جبکہ امتِ مسلمہ میں آپ رضی اللہ عنہ "شہید کربلا" کے لقب سے بھی یاد کیے جاتے ہیں۔

ولادتِ باسعادت: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر میں ابتدائی تواریخ شعبان سن ۳ یا ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں بھائی سیرت و صورت میں حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے مشابہ تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش پر آپ کے نانا آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، پھر ساتویں دن آپ رضی اللہ عنہ کا نام "حُسین" رکھا، ساتھ ہی آپ رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح کیے۔ سر کے بال اتار کر دفن کیے گئے اور ان کے ہم وزن چاندی خیرات کی گئی۔

بچپن کا زمانہ: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بچپن کا زمانہ نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ، والدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ پرورش میں گزرا۔ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سات سال اور حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ چھ برس کے ہوئے تو ان کے شفیق و مہربان نانا کی رحلت ہو گئی، یہ غم ابھی

KARACHIEDU.COM

بھرا ہی نہ تھا کہ کچھ ماہ بعد والدہ ماجدہ خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی اپنے دونوں نونہالوں کو داغِ مفارقت دے گئیں۔

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ جب نماز میں مشغول ہوتے تو یہ دونوں ننھے نماز میں سجدہ کے دوران پیٹھ مبارک پر چڑھ جاتے تو آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سجدہ کو لمبا کرتے اور آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی انھیں منع نہیں فرمایا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بچپن اپنے بھائی کی طرح اپنے گھر میں والدین رضی اللہ عنہما اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ گزرا، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو پیار و محبت دیتے، اور ان سے عزت و احترام سے پیش آتے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے بہت زیادہ ذہین و فطین اور اعلیٰ سیرت و اخلاق کے مالک تھے، جس کا ثبوت درج ذیل واقعہ ہے: ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی وضو کر رہا ہے، لیکن اس کا وضو کرنے کا طریقہ درست نہیں تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: "اے چچا! ہم چھوٹے ہیں، وضو کر رہے ہیں، دیکھنا کہیں وضو میں غلطی تو نہیں کرتے۔" جب آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا تو وہ آدمی دیکھ کر متنبہ ہو گیا کہ یہ دونوں تو وضو صحیح کر رہے ہیں، مگر میرا وضو درست نہیں۔

(بحار الانوار، امام مجلسی، ج۴۳، ص۳۱۹)

تعلیم و تربیت: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابتدائی تعلیم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور اپنے والدین سے حاصل کی۔ خصوصاً قرآن کریم کے معنی و مفہوم اور مطالب کی تعلیم والدین سے حاصل کی۔

والدہ کی وفات کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحب زادوں کی تعلیم و تربیت نہایت ہی عمدہ نہج پر کی کہ ان کی زندگانیاں رہتی دنیا تک ایک مثال قائم ہو گئیں۔

فضائل: سیدنا امام حُسین رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی فضیلت آپ رضی اللہ عنہ کا نبوت والے گھرانہ میں پیدا ہونا ہے کہ جس کے نانا نبی آخر الزمان حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ، نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، دادا حضرت ابو طالب بن عبد المطلب، دادی فاطمہ بنتِ اسد، والد حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ، والدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور بھائی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ہوں، اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک زبان سے آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

KARACHIEDU.COM

حضور اقدس صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی:۳۷۸۱)

حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِيْ ترجمہ: جو شخص حسن اور حسین سے محبت کرتا ہے وہ گویا مجھ سے محبت کرتا ہے، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ گویا مجھ سے بغض رکھتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث:۱۴۳)

ایک دفعہ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کسی دعوت پر جا رہے تھے کہ مدینہ منورہ کی ایک گلی میں حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بڑھ کر ان کو پکڑنے کے لیے اپنے ہاتھ پھیلائے۔ اس پر وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے، آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اس کو ہنساتے ہوئے آخر میں پکڑ لیا، اور اس کی پیشانی چومتے ہوئے آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، اَحَبَّ اللهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْناً، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ"۔ (حُسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے، جس کی حسین سے محبت ہوگی اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھے گا۔ میرے نواسوں میں سے حسین ایک نواسہ ہے)۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۴۴)

سیدنا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ جب آخری ایام میں علیل ہوگئے تو خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے دونوں صاحب زادوں کے ساتھ آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئیں اور عرض کیا: ابا جان! آپ میرے ان بیٹوں کو کچھ عنایت کریں۔ تو رسولِ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اَمَّا الْحَسَنُ فَلَهٗ هَيْبَتِيْ وَ سُؤْدَدِيْ وَ اَمَّا الْحُسَيْنُ فَلَهٗ جُرْاَتِيْ وَجُوْدِيْ (المعجم الکبیر للطبرانی:۱۸۵۰۸) ترجمہ: ہم نے اپنی ہیبت و سرداری حسن کو اور جرأت و سخا حُسین کو عطا کی۔ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے محبت کرنا ہے اور ان دونوں سے بغض و عناد رکھنا نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے بغض و عناد رکھنا ہے۔

دینی خدمات، سیرت و کردار: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی دین اسلام کے احیاء اور قرآن و سنت کی اشاعت میں بے مثال خدمات ہیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ درسِ قرآن مجید و حدیث شریف کے لیے مسجد میں بیٹھتے تو لوگوں کا بڑا حلقہ آپ رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو جاتا، جب آپ رضی اللہ عنہ بولنے لگتے تو سب کے سب توجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو سنتے اور اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کرتے گویا ان کے سَروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

KARACHIEDU.COM

اس کے علاوہ مدینہ منورہ کے لوگ قرآنی آیات کی تشریح، احادیث مبارکہ اور دیگر شرعی مسائل معلوم کرنے کے لیے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ کردار کے مالک تھے۔ اس کے علاوہ عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ، سخاوت وشجاعت کے پیکر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں ۲۵ بار حج ادا کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی اخلاقِ حسنہ اور اوصاف حمیدہ سے لبریز تھی۔

شادی اور اولاد: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ۴ شادیاں کیں، جن سے اولاد بھی ہوئی جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

زوجہ	اولاد
حضرت لیلیٰ بنت ابی مرۃ رضی اللہ عنہا	حضرت علی اکبر رضی اللہ رضی اللہ عنہ (جو کربلا میں شہید ہوئے۔)
حضرت سلامہ (شہر بانو) رضی اللہ عنہا	حضرت علی رضی اللہ عنہ (جو زین العابدین کے نام سے مشہور ہیں۔) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
حضرت قضاعیۃ رضی اللہ عنہا	حضرت جعفر رضی اللہ عنہ
حضرت رباب بنت امری القیس رضی اللہ عنہا	حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ (جو کربلا میں شہید ہوئے۔) حضرت سُکینہ رضی اللہ عنہ (واقعہ کربلا میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں۔)

یزید کی بیعت سے انکار اور سانحہ کربلا: یزید کی تخت نشینی کے بعد مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عقبہ نے یزید کے حکم سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی بیعت کرنے کے لیے بلایا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے سے انکار کیا اور مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے۔ امام رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں چار ماہ قیام فرمایا۔ اس دوران کوفہ کے لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف خطوط بھیجے کہ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ آجائیں، تاکہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں، آپ رضی اللہ عنہ کے سوا ہمارا کوئی پیشوا اور امام نہیں اس لیے کہ یزیدی حکومت میں اسلامی اقدار کی پامالی ہو رہی ہے اور اسلامی احکامات کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ جاکر حالات کا جائزہ لیں۔ اس دوران یزید کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے آنے کے بارے میں اطلاع دی گئی، پھر یزید نے کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے عبید اللہ بن زیاد کو گورنر مقرر کیا اور حکم صادر کیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے نمائندے مسلم بن عقیل کو قید یا قتل کیا جائے۔

اسی دوران مسلم بن عقیل نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ آجائیں اور کوفہ کے لوگ میرے ہاتھ پر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر چکے ہیں۔ ادھر ابن زیاد نے مسلم بن عقیل کو شہید کروادیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ۸ ذی الحجہ ۶۰ ہجری کو مکہ مکرمہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے۔ چوبیس دنوں کا نہایت طویل اور کٹھن سفر طے کرکے ۲ محرم الحرام ۶۱ ہجری کو مقام کربلا پہنچے۔ یزیدی لشکر کے کمانڈر عمر بن سعد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی بیعت پر اصرار کیا اور اس بات چیت کا سلسلہ دو محرم الحرام سے دس محرام الحرام تک چلتا رہا، مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت اور باطل کے سامنے جھکنے سے صاف انکار کر دیا۔ بالآخر ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری کو حق و باطل کا معرکہ ہوا، جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال اور جان نثاران کے ساتھ بھوک اور پیاس کی حالت میں شہید کر دیے گئے۔ اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دینِ اسلام کی سربلندی اور کلمہ حق کی برتری کے لیے عظیم الشان قربانی دے کر عالمِ اسلام کے لیے ایک مثال قائم کر دی۔

آرام گاہ: عراق کا شہر "کربلا" جو آج کل مشہور شہروں میں شمار ہوتا ہے، وہاں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا روضہ مبارک واقع ہے اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کی آرام گاہ ہے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟

۲۔ واقعہ کربلا کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ اس پر ایک مختصر نوٹ تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب بیان کریں۔

۲۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کے وضو کو کس طرح درست کروایا۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر " ✓ " کا نشان لگائیں:

۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری آرام گاہ ہے:

(الف) کوفہ (ب) بصرہ

(ج) کربلا (د) مدینہ منورہ

KARACHIEDU.COM

۲۔ یزید نے کوفہ کا نیا گورنر بنایا تھا:

(الف) عبید اللہ بن زیاد کو
(ب) ولید بن عتبہ کو
(ج) مسلم بن عقیل کو
(د) نعمان بن بشیر کو

۳۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ٦١ھ میں ہوئی:

(الف) ۱۰ محرم الحرام
(ب) ۱۵ شعبان
(ج) ۱۲ ربیع الاول
(د) ۱۰ شوال

KARACHIEDU.COM

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

حاصلاتِ تعلم

- حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی پیدائش اور حسب نسب بیان کر سکیں۔
- حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ذاتی اخلاقی و اوصاف اور فضائل بیان کر سکیں۔
- حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی دینی جدوجہد اور کارنامے تحریر کر سکیں۔

نام و نسب: اسلامی تاریخ میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اپنی کنیت "ابو عبیدہ" سے پہچانے جاتے ہیں۔ تاہم آپ رضی اللہ عنہ کا اصل نام عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کی شاخ "بنو فہر" سے تھا، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ قبیلہ بنو حارث میں سے تھی۔ جو مشرف باسلام ہوئیں۔ تاہم آپ رضی اللہ عنہ کے والد کفر کی حالت میں جنگ بدر میں قتل ہو گئے۔ اسلام کی حمیت میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے نام میں غیر مسلم والد کا نام شامل کرنا گوارا نہ کیا اور دادا کی طرف نسبت کر کے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کہلانے لگے۔

ولادت: حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا خاندان اصل سے مکہ کا رہائش پذیر تھا، جہاں پر عام الفیل کے گیارہ برس بعد عبداللہ بن جراح فہری کے گھر میں آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ مکہ میں ہی آپ رضی اللہ عنہ پلے بڑھے۔

قبولِ اسلام: بعثت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اعلان کے وقت حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ انیتس سال کے نوجوان تھے، جوانی کے جوش، آزادانہ ماحول کے اس دور میں بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعے جب اسلام کا آفاقی پیغام آپ رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو بغیر کسی تردد کے فوراً اسلام لے آئے۔ اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے آٹھ لوگوں کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا شمار ہوتا ہے۔

ذاتی خصائل و اوصاف: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ عمدہ خصائل و اوصاف حمیدہ کے مالک تھے، آپ رضی اللہ عنہ پر حد درجہ کا اللہ تعالیٰ کا خوف غالب تھا، طبیعت میں تواضع اور زہد جیسی صفات کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھیں، جرأت و بہادری خاندانی ورثہ میں ملی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نہایت سادہ کھاتے اور سادہ اوڑھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اسلامی لشکر کی قیادت اور شام کی ولایت سنبھالنے کے عہدے بھی حاصل ہوئے۔ تاہم آپ رضی اللہ عنہ کے قناعت و زہد پر ان چیزوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب آپ رضی اللہ عنہ شام و فلسطین کی مہم پر لشکر کے سپہ سالار تھے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں آ پہنچے تو وہاں تلوار اور ڈھال کے علاوہ

KARACHIEDU.COM

کوئی اور سامان نہیں پایا تو فرمانے لگے: "(اے ابو عبیدہ!) ضرورت کا کچھ تو سامان اپنے پاس رکھ لیا کرو"۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: یَا اَمِیْرَالمومنین اِنَّ هٰذَا سَیُبَلِّغُنَا الْمَقِیْلَ۔ (اے امیر المومنین! ہماری یہی (سادگی والی) حالت ہمیں بہت جلد ہماری آسائش گاہ تک پہنچادے گی)۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الجامع، باب زھد الصحابۃ ۱۱/ ۳۱۱)

دوسری مرتبہ فلسطین کی فتح کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب ارضِ فلسطین میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے دولت خانہ پر کھانے کے لیے تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے سامنے سوکھی روٹی کے کچھ ٹکڑے پانی میں بھگو کر پیش کیے جو وہ خود بھی تناول کرتے تھے۔ اس وقت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "شام میں آکر سب ہی بدل گئے، لیکن ابو عبیدہ! ایک تم ہی ہو کہ اپنی وضع پر قائم ہو۔ الحمد للہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں (کہ عہدہ ومنصب کے باوجود) ان کی نظر میں سیم وزر کی کوئی حقیقت نہیں"۔ (سنن ابی داوٗد، کتاب الزھد، حدیث: ۱۱۵)

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا قد لمبا، پتلا اور بدن کمزور و نحیف تھا، آپ رضی اللہ عنہ کی صورت و شکل تو بلاشبہ سادگی اور کمزوری کی عکاس تھی، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی سیرت و کردار سے اسلام کے لیے وہ کارنامے سرانجام دیئے کہ آج بھی آپ رضی اللہ عنہ کا نام اسلام کے عظیم سپہ سالاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

فضائل و مناقب: حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے لیے سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ ایک مجلس میں رسولِ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے جن دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا میں ہی جنتی ہونے کی خوشخبری دی تھی ان میں سے آپ رضی اللہ عنہ بھی ایک ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو جنگ بدر میں شرکت نصیب ہوئی، اور بدری صحابہ رضی اللہ عنہم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک ممتاز شان رکھتے ہیں جن کی تعریف قرآن کریم میں بھی کی گئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کرکے دو ہجرتوں کی سعادت حاصل کی۔

ہجرت کے نویں سال جب یمن کی طرف سے علاقے نجران کے بعض اہلِ کتاب حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں علمی مناظرہ کے لیے حاضر ہوئے اور ناکام ہو کر بالآخر جزیہ کے لیے آمادہ ہوئے تو انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمارے اوپر جو بھی جزیہ مقرر فرمائیں گے ہم وہ ادا کریں گے۔ آپ ہمارے ساتھ ایک امین آدمی بھیجیے تو آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا: هٰذَا اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ (یہ شخص اس امت کا امین ہے)۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۴۳۸۰)

KARACHIEDU.COM

دینی جدوجہد اور کارنامے: حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جس طرح ایمان لانے میں سبقت حاصل کی اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے اس راہِ حق میں پیش آنے والی آزمائشوں اور مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور ہر موقعے پر استقامت سے قائم رہے۔ ساتھ ہی اسلام کی اشاعت کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ان بے مثال کاوشوں اور کارناموں سے تاریخِ اسلام کے اوراق بھرے ہوئے ہیں۔

جب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے مدینہ منورہ کو باقاعدہ ایک اسلامی ریاست قرار دیا۔ اور مدینہ منورہ کے دفاع کو مضبوط کرنے کے لیے سن ۲ ہجری میں جہاد کی فرضیت ہوئی۔ تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں بھرپور حصہ لیا، سن ۳ ہجری میں غزوہ احد کے وقت کفار کے حملہ میں جب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا اور جسم اطہر میں زرہ کی فولادی کڑیاں پیوست ہو گئیں تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں سے ان کو کھینچ کر نکالا جس سے ان کے دو دانت بھی ٹوٹ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی قائدانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فتح مکہ کے وقت پورے لشکرِ اسلام کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ایک جتھے کا امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بنایا۔

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ دونوں خلفاء کے خاص مشیروں میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب آپ رضی اللہ عنہ کو شام کے لیے لشکر کی سربراہی میں بھیجا تو تھوڑے عرصہ میں حمص، شام اور بیت المقدس فتح ہو گئے۔ ۱۶ ہجری اور ۶۳۷ء کو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے سامنے رومی سربراہ بیت المقدس مسلمانوں کے حوالہ کرنے پر راضی ہوئے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیت المقدس مسلمانوں کے ماتحت ہو گیا اور فاتحِ شام و بیت المقدس جیسے اعزازات حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئے۔

وفات و مدفن: ان دنوں مسلمانوں کی فوجی چھاؤنی فلسطین کی نواحی علاقہ "عمواس" میں تھی کہ اچانک "طاعون" کی وبا پھیلنی شروع ہوئی۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو دمشق کے قریب "جولان" علاقہ میں "جابیہ" کی طرف منتقل کر دیا، تاہم وبا کے اثرات اتنے پھیل چکے تھے کہ ہزاروں مسلمان فوجی شہید ہو گئے۔ جن میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ رضی اللہ عنہ ۱۸ھ کو ۵۹ برس کی عمر میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی آخری آرام گاہ مغربی اردن کے شہر "دیر علا" میں واقع ہے، جہاں ایک چھوٹی سی مسجد بھی قائم ہے۔

KARACHIEDU.COM

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا خاندانی تعارف کیا ہے؟

۲۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی پیدائش کب ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو دادا کی طرف کیوں منسوب کیا؟

۳۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو " اَمِیْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ " کیوں کہا گیا؟

۴۔ "سریہ سیف البحر" میں مسلمانوں کی خاص مدد کا کون سا واقعہ پیش آیا؟

۵۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سادہ زندگی سے کوئی ایک مثال پیش کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر " ✓ " کا نشان لگائیں:

۱۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا نام تھا:

(الف) عبداللہ (ب) عمر
(ج) عمران (د) عامر

۲۔ "اَمِیْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ" لقب تھا:

(الف) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا (ب) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا
(ج) حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا (د) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا

۳۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے دو ملکوں کی طرف ہجرت کی:

(الف) حبشہ و مدینہ منورہ (ب) مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ
(ج) شام و فلسطین (د) طائف و مدینہ منورہ

۴۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب تھا:

(الف) شہادت (ب) طاعون کی وبا
(ج) بخار (د) دل کا دورہ

ہدایات برائے اساتذہ کرام: اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ طلبہ وطالبات کو بیت المقدس کی موجودہ صورتحال سے واقف کرائیں۔ اور اس سلسلہ میں ایک مذاکرہ کا اہتمام کریں۔

KARACHIEDU.COM

جابر بن حیان

حاصلاتِ تعلم

- جابر بن حیان کا نام و نسب اور حالات زندگی بیان کر سکیں۔
- جابر بن حیان کے سائنسی کارنامے اور تصانیف تحریر کر سکیں۔

تعارف: جابر بن حیان مشہور مسلمان سائنسدانوں میں سے ایک ہیں، جن کو علم کیمیا میں "بابائے کیمیا" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ علم کیمیا کے علاوہ، فلکیات، طب، جیومیٹری، فلسفہ، منطق، سیاسیات و ادب میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کامل مہارت حاصل تھی۔

نام و نسب: آپ کا پورا نام جابر بن حیان بن عبداللہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہے اور لقب "صوفی" اور کنیت "ابو موسیٰ" ہے۔ ان کے آباؤ و اجداد خراسان و طوس سے تعلق رکھتے تھے، جہاں ۱۰۲ ہجری کو قبیلہ ازد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ ان تمام نسبتوں کی وجہ سے وہ اپنی کتابوں کے اوپر نام کے ساتھ "کوفی"، "ازدی"، "طوسی" یا "صوفی" لکھتے ہیں۔ اہل یورپ ان کو "Gaber" کے نام سے جانتے ہیں۔

حالاتِ زندگی: جابر کے والد حیان بن عبداللہ اصل میں شام کے رہنے والے تھے، جہاں کے سیاسی و اقتصادی حالات کی ابتری کی وجہ سے وہ نقل مکانی کر کے طوس میں سکونت پذیر ہو گئے، حیان بن عبداللہ عطر کا کاروبار کرتے تھے، اس لیے طوس میں آتے ہی انھوں نے اپنی آبائی حرفت کی بدولت وہاں "خوشبو کی دکان" لگائی۔

دکان بننے کے کچھ مہینے بعد جابر کی ولادت ہو گئی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم وہیں طوس میں اپنے والد محترم کی زیرِ نگرانی ہوئی۔ ساتھ ہی وہ جب اسکول کے کام سے فارغ ہوتے تو سیدھے آکر اپنے والد کے ساتھ دکان پر بیٹھ جاتے۔ پہلے تو صرف دیکھتے اور وہاں موجود چیزوں کے بارے میں پوچھتے لیکن بعد میں اپنے والد کا کاروبار میں باقاعدہ ہاتھ بٹانے لگے۔ ساتھ ہی اس کی دلچسپی دکان میں موجود عطر، خوشبوئں، خوشبو بنانے کے لیے کام آنے والی جڑی بوٹیوں، پودوں، پھولوں اور دیگر چیزوں کی طرف بڑھنے لگی۔ اپنے والد سے معلومات لیتے، چیزوں کو پرکھتے پھر اس کے بارے میں تجربات کرتے اور ان کے خواص ذہن نشین کرتے۔ حیان اپنے بیٹے کی دلچسپی کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کو حتی الوسع موضوع کے متعلق کتابیں اور معلومات فراہم کرتے رہے ساتھ ہی اس کو قدیم فلاسفروں کے بارے میں بھی بتاتے تھے۔

KARACHIEDU.COM

جب جابر بن حیان کے والد وفات پا گئے تو انھوں نے اپنے والد کی وصیت کو یاد کرتے ہوئے پھر سے نئے جذبے کے ساتھ اپنی تعلیم پر توجہ دی، آپ کے اساتذہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی وصیت تھی کہ "تم خوب محنت سے کام لو، ایک دن ضرور تمہارا شمار بڑے بڑے سائنسدانوں میں ہو گا"۔ اس بات کو یاد کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ طبعیات، ریاضی اور دیگر علوم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تیس برس ہوئی تو اپنے خاندان کو لے کر "کوفہ" منتقل ہو گئے۔

سائنسی کارنامے: جابر بن حیان نے دواسازی اور دھات سازی میں بہت سے تجربات کیے اور نئی نئی چیزیں دریافت کیں اور خاص طور سے علم کیمیا سے متعلق اصول وضع کیے جو آج تک قابلِ اعتبار سمجھے جاتے ہیں۔ جڑی بوٹیوں اور پھلوں کو گرم کر کے ان سے عرق نکالنے کے لیے انھوں نے "قرع انبیق" نامی آلہ تیار کیا، جس کو آج کے زمانے میں قرنفل کہا جاتا ہے۔

انھوں نے "گندھک کا تیزاب"، "نمک کا تیزاب"، "کاربونیٹ آرمینک سلفائیڈ"، "خضاب بنانے کا طریقہ"، "دھات کو کشتہ بنانے"، لوہے پر وارنش کرنے کے طریقے ایجاد کیے۔ یہ پہلا کیمیادان تھا جس نے مادہ کی تین حصوں میں درجہ بندی کی۔ نباتات، حیوانات اور معدنیات۔ پھر معدنیات کو بھی تین حصوں میں تقسیم کیا: بخارات میں تبدیل ہونے والی اشیاء، آگ پر پگھلنے والی اشیاء اور وہ اشیاء جو گرم ہو کر پھٹ جائیں۔

سابقہ مطالعہ اور تجربات کی بنیاد پر انھوں نے دواسازی، طب اور دھات سازی کے بارے میں غور و خوض کر کے بہت سی چیزیں ایجاد کیں، جو پہلے کسی نے بھی معلوم نہیں کی تھیں، مختلف دھاتی اجزاء اور کیمیائی عوامل کے ذریعے انھوں نے ایک مادہ مائع حالت میں تیار کیا جو ہر چیز کو جلا رہا تھا، اس کا نام "تیز آب" سے "تیزاب" پڑ گیا۔ اس طرح ان کی کاوشوں سے ایک نئے سائنسی فن "کیمیا" کی بنیاد پڑ گئی۔

جابر بن حیان کی تصانیف: جابر بن حیان کو کثیر التصانیف لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے، ان کے رسائل اور کتب کی تعداد ۲۳۲ سے تجاوز کر جاتی ہے، ایک قول کے مطابق ان کی پانچ سو سے زیادہ تالیفات تھیں جن میں سے اکثر زمانہ کے حالات کی نذر ہو کر ضائع ہو گئیں۔ جابر بن حیان کی بہت سی عربی کتابیں لاطینی اور پھر لاطینی سے انگریزی زبان میں ترجمہ ہو کر یورپ تک پہنچ گئیں، اس طرح ان کی بدولت یورپ علم کیمیا سے روشناس ہوا۔

ان کتابوں میں سے "ایضاح"، "الخواص الکبیر"، "المیزان" علم کیمیا سے متعلق ہیں۔ (اعظم علماء کیمیا جابر بن حیان- ص:۲۰) جب کہ دیگر کتب فلکیات، طبعیات، جیومیٹری، فلسفہ و منطق اور علم سیاسیات کے بارے میں ہیں۔

KARACHIEDU.COM

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ جابر بن حیان کی علم کیمیاء میں خدمات تحریر کریں۔

۲۔ جابر بن حیان کی تصانیف کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ جابر بن حیان کے خاندان اور جائے پیدائش کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۲۔ جابر بن حیان کے والد کا کون سا کاروبار تھا ؟

۳۔ جابر بن حیان بغداد کس طرح پہنچے اور وہاں ان کا کیسے استقبال ہوا؟

۴۔ جابر بن حیان کی کون سی مشہور ایجادات ہیں؟

۵۔ جابر بن حیان رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے علم کیمیا سے متعلق کتابوں کے نام بتائیے۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر "✓" کا نشان لگائیے:

۱۔ جابر بن حیان کے دادا کا نام تھا:

(الف) عبید اللہ (ب) عبدالرحمٰن (ج) عبداللہ

۲۔ جابر بن حیان کے خاندان کا نام تھا:

(الف) قریش (ب) صدیقی (ج) ازد

۳۔ جابر بن حیان کے والد کا کاروبار تھا:

(الف) لکڑیاں بیچنے کا (ب) خوشبو کا (ج) چمڑا تیار کرنے کا

۴۔ جابر بن حیان کی مشہور ایجاد ہے:

(الف) کمپیوٹر (ب) بلب (ج) تیزاب

۵۔ عرق نکالنے کے لیے انھوں نے ایجاد کیا:

(الف) مٹکا (ب) قرع انبیق (ج) بوتل

ہدایات برائے اساتذہ کرام

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ طلبہ وطالبات کو (۱) جابر بن حیان کی تصنیفی خدمات پر خاص طور پر رہنمائی کریں۔ (۲) مسلمانوں کی سائنسی خدمات پر ایک مذاکرہ منعقد کریں۔

KARACHIEDU.COM

حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ

حاصلاتِ تعلم

- حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت اور بچپن کے احوال تحریر کر سکیں۔
- حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم وتربیت اور روحانی سلسلہ بیان کر سکیں۔
- حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، روحانی ومجاہداتی خدمات بیان کر سکیں۔

تعارف: سرزمین سندھ ہمیشہ سے مردم خیز خطہ رہا ہے، جس میں وہ بزرگ ہستیاں پیدا ہوئیں جن کی وجہ سے سندھ کو علم وادب اور امن وسکون کی سرزمین شمار کیا جاتا ہے۔ ایسی بزرگ شخصیات میں سے سندھ کی مایہ ناز شخصیت حضرت پیر محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک ہیں۔

آپ کا پورا نام سید محمد راشد بن محمد بقا بن محمد امام شاہ ہے، جب کہ آپ کا لقب روضہ دھنی (روضہ والا) اور کنیت ابو یاسین ہے۔ حضرت محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے مشہور سادات قبیلہ "راشدی خاندان" کے جد امجد ہیں، آپ کا سلسلۂ نسب چھتیس پشتوں کے بعد حضرت امام حسین بن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔

حضرت محمد راشد کے خاندان کے جد امجد حضرت سید علی مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے دینِ اسلام کی اشاعت کی خاطر اپنا وطن چھوڑا اور کوسوں دور آ کر سندھ کے قدیم شہر سیوستان (سہون) کے قریب "لک آری" میں سکونت اختیار کی۔ اس وجہ سے آپ کا خاندان "لکیاری" مشہور ہوا۔

لکیاری سادات میں مشہور بزرگ حضرت شاہ صدر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے حضرت سید محمد بقاء شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے جید عالم اور عارف باللہ اور باکمال بزرگ تھے۔ جو حضرت محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی تھے۔

ولادت باسعادت: حضرت پیر محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت رمضان المبارک ۱۱۷۱ھ میں خیر پور میرس کے قریب ایک گاؤں رحیم ڈنو کلھوڑو میں ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ رمضان المبارک میں دودھ پیتے اس بچہ کی یہ عادت ہو گئی کہ سحری کے وقت اپنی والدہ کا دودھ پی کر سارا دن روزہ داروں کی طرح گزارتے اور مغرب کی اذان کے وقت پھر دودھ کے لیے اپنی والدہ سے چمٹ جاتے۔ چنانچہ اس رَوِش کے سبب آپ کو "روزہ دھنی" (روزہ والا) کہا جانے لگا، بعد میں آپ کے روضہ (مزار) کی طرف منسوب کر کے آپ کو "روضہ دھنی" (روضہ والا بزرگ) کہا گیا۔

بچپن کا زمانہ: پیر سید محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ نیک بخت والد کے سعادت مند فرزند تھے، جس کے آثار آپ کی ابتدائی زندگی سے ہی نمایاں تھے۔ آپ کے بچپن کا زمانہ تلاوتِ قرآن اور ذکر الٰہی کرنے والی والدہ کی گود میں گذرا۔ اپنے ہم

KARACHIEDU.COM

عمر بچوں کے ساتھ کھیل کود اور فضول کاموں میں مشغول ہونے کی بجائے آپ کا اکثر وقت گھر کے پاکیزہ اور روحانی ماحول میں گزرتا جس کے باعث آپ کو بچپن سے ہی علم و عرفان سے شغف ہو گیا۔ حصولِ علم کی عمر کو پہنچنے تک اپنے گھر اور والدین کے زیرِ سایہ رہے۔

تعلیم و تربیت: حضرت سید محمد بقا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیے خصوصی طور پر وقت مقرر کر رکھا تھا، اور آپ نے سید محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے دوسرے بھائی بہنوں کو گھر پر ہی اپنے پاس ابتدائی تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ ابتدا سے ہی وہ اپنی اولاد کی ذہن سازی کے لیے ان سے فرماتے:

بیٹا! ہم جو آپ کو یہ ظاہری علوم کی تعلیم دینے کے لیے کوشاں ہیں اس کا مقصد یہ نہیں کہ آپ محض دنیاوی اغراض میں قاضی و عالم کہلاتے رہیں بلکہ شریعت مطہرہ کی واقفیت اور سنت کا اتباع ہے جس میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

حضرت محمد راشد اپنے والدِ گرامی کے علاوہ حافظ زین الدین مہیسر رحمۃ اللہ علیہ اور میاں محمد اکرم گھمرو رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ابتدائی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ مزید تعلیم کے لیے آپ کو شکارپور کے مشہور بزرگ شاہ فقیر اللہ علوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتب میں بٹھایا گیا۔ یہ بزرگ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے۔ ایک مرتبہ جب آپ کے والد سید محمد بقاشاہ رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ میں آئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ مدرسہ کے عام طلباء کے کھانے کی بجائے ان کی اولاد کو عمدہ اور الگ کھانا دیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا: ”جہاں روٹی کے ساتھ سالن ملتا ہو وہاں علم نہیں حاصل ہو سکتا“۔ چنانچہ پھر آپ کو اپنے بھائی سید علی مرتضی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ موجودہ ضلع نوشہرو فیروز کے شہر کوٹڑی محمد کبیر کے مشہور عالم مخدوم یار محمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں داخل کیا گیا۔ جہاں سے حصولِ تعلیم کے بعد آپ کو لاڑکانہ کے قریب ”آریجہ گاؤں“ کے استاذالکل حضرت مولانا محمد آریجوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا گیا اور وہاں سے تمام علوم میں سند فراغت حاصل کی۔

روحانی سلسلہ، سلوک و عرفان: حضرت محمد راشد روضہ دھنی نے سلوک کی ابتدائی تربیت اپنے والد گرامی حضرت محمد بقا شاہ سے سلسلہ نقشبندیہ اور پھر قادریہ طریقے میں حاصل کی۔ سید محمد بقا شاہ سلسلہ قادریہ میں جھنگ پنجاب کے حضرت عبدالقادر خامس جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور سلسلہ نقشبندیہ میں مخدوم محمد اسماعیل پریاں لوئی سے بیعت کیے ہوئے تھے۔ چنانچہ ستائیس برس کی عمر میں آپ اپنے والد گرامی حضرت محمد بقاشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مقرر ہوئے۔ اور شریعت و طریقت اور ذکر خداوندی اور سنت بنوی کی اشاعت میں اہم کردار ادا فرمایا۔

علمی، روحانی اور مجاہدانہ خدمات: حضرت محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف علوم روحانی میں کامل تھے بلکہ ظاہری علوم خاص طور پر تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، تاریخ، لغت اور دیگر علوم و فنون میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔ آپ کو فارسی اور عربی

KARACHIEDU.COM

زبانوں کے ساتھ غیر معمولی لگاؤ تھا، آپ کی وسعتِ مطالعہ اور کتب بینی کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی کتاب ہاتھ میں رہتی۔ آپ کے پاس ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا، لوگوں کو کتابوں کا شوق دلانے کے لیے آپ فرماتے: "جو کوئی بھی مہنگی کتابیں خریدے گا، اس کی اولاد سے کبھی علم ختم نہ ہو گا"۔ حضرت محمد راشد عوام کو رشد و ہدایت اور دین کی دعوت کی طرف بلاتے رہتے اور جو وقت بچتا تو تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے۔ چنانچہ "جمع الجوامع" فارسی لغت چار ضخیم جلدوں میں، آداب المریدین، مکتوبات، شرح اسماء اللہ الحسنیٰ اور جامع سندھی کلام آپ کی مشہور تصانیف ہیں، جبکہ آپ کے مواعظ، اقوال و احوال کا مجموعہ "ملفوظات شریف پیر محمد راشد روضہ دھنی، 'مجمع الفیوضات' اور 'صحبت نامہ' کے نام سے مشہور ہیں جو آپ کے خلفاء نے مرتب کیے۔

حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی فیض کے ساتھ آپ کا روحانی فیض کئی ہزار لوگوں کے قلوب کے لیے اکسیر ثابت ہوا۔ اپنے والدِ گرامی سے سلوک میں خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ سندھ کے علاوہ پنجاب، کچھ بُھوج، راجھستان گجرات، کاٹھیاواڑ اور بلوچستان تک سفر کر کے لوگوں کو علمی و روحانی فیض دیتے رہے۔ اس کے علاوہ سماج کے اندر غلط رسوم و بدعات کو ختم کرنے میں بھی آپ نے مجاہدانہ کردار ادا فرمایا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کے اندر جس طرح شرک و بدعات کے خلاف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کر کے سنتِ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو جلاء بخشی اور لوگوں کے دلوں میں نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور عقیدت کو راسخ کیا، اسی طرح حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ کے اندر یہ کارنامہ سرانجام دیا۔ آپ کے سلسلہ روحانی اور تعلیمات کو پھیلانے میں آپ کی اولاد (پیران پگاڑہ اور پیران جھنڈو) اور خلفاء نے اہم کردار ادا کیا جس کے اثرات آج بھی موجود ہیں۔

وفات: علم و عرفان کے اس عظیم پیشوا نے یکم شعبان المعظم ۱۲۳۴ ہجری کو وصال فرمایا، آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ آپ کو درگاہ شریف گاؤں رحیم ڈنو کلھوڑو میں دفنایا گیا، لیکن بعد میں سن ۱۲۵۰ ہجری کو دریاء سندھ کی طغیانی کے باعث آپ کو موجودہ شہر پیر جو گوٹھ، کنگری ضلع خیرپور میرس میں منتقل کیا گیا۔ جہاں آپ کا روضہ اور خانقاہ موجود ہے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیں:

۱۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و روحانی خدمات تحریر کریں۔

۲۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کو "روضہ دھنی" کا لقب کیوں دیا گیا؟

KARACHIEDU.COM

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیں:

۱۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندانی نسب بیان کریں۔

۲۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر " ✓ " کا نشان لگائیں:

۱۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب ملتا ہے:

(الف) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے　　(ب) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے

(ج) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے　　(د) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے

۲۔ آپ کا "گاؤں رحیم ڈنو کلہوڑو" واقع ہے:

(الف) شکارپور میں　　(ب) سکھر میں

(ج) خیرپور میرس میں　　(د) نواب شاہ میں

۳۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کی اقوال واحوال پر مشتمل کتاب ہے:

(الف) سندھی کلام　　(ب) تحفۃ السالکین

(ج) جمع الجوامع　　(د) ملفوظات شریف

۴۔ اسلام کی اشاعت کے لیے آبائی وطن چھوڑ کر سکونت اختیار کی:

(الف) سہون　　(ب) لک آری

(ج) آمری　　(د) میہر

ہدایات برائے اساتذہ کرام

وہ طلبہ وطالبات کو حضرت پیر محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کی خدمات سے آگاہ فرمائیں خاص طور پر:

- آزادئ وطن میں "حُر" تحریک کا کردار۔
- پیر جھنڈو میں مدرسہ دارالرشاد اور مکتبہ کا قیام۔
- اس خاندان پر "پاگارہ" اور "پیر جھنڈہ" نام پڑنے کی وجہ تسمیہ۔

KARACHIEDU.COM